لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قال اللہ تبارک و تعالیٰ وبالنجم هم يهتدون

رسالہ النجم لکھنؤ

ان اردت الفوز بالامل فلذ بطہ سید الرسل

وتقع امر ساح اودہم جاء فیہ النصر وهو حطب

نمبر ۳ | صفر سنہ ۱۳۳۰ھ | ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء | جلد ۲

فہرست مضامین

ناظر محمد عبد الشکور مدیر النجم نے اپنے مطبع عمدۃ المطابع واقع لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر النجم محلہ پاٹا نالہ سے شائع کیا

قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ مین دوبار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۷ و ۲۱ تاریخ کو انشاء اللہ تعالی شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خالص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور بعند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	ے
ششماہی	عہ
سہ ماہی	عہ

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کر لیا جائیگا۔

(۴) چندہ بہرحال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو اصحاب درمیان سال مین خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت مین محرم سے اُسوقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائین اور چاہے صرف بقیہ دنون کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیجدین۔

(۷) جو صاحب مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہین ایکسال کے لیے اپنے نام رسالہ جاری کرائین چاہے ۳ روپیہ قیمت کی کتاب دفتر النجم سے لیلین۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب ۱ روپیہ قیمت کی انعام مین دیجائیگی۔

مقاصد رسالۂ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہی مسلمانونکے عقائد و خیالات خصائل عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہین

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ مین مضامین تصوف کہہ لیا جائے اس ذیل مین انشاء اللہ تعالی بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و مؤثر نصائح و حالات ہدیہ ناظرین ہونگے

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص مذہبی ضروری مسائل سے متعلق ہو

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملون سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ مین کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبرونکا بھی ہوگا خبرین جہانتک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی

(۵) ہر سال جو کتاب انعام مین تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالی بیشتر و اکثر سلف صالحین مین سے کسی کی مستند و مفید تصنیف کا ترجمہ ہوگی۔

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
نصف کالم	ے	ہے	للعہ	للعہ
ایک کالم	عہ	للعہ	عہ	للعہ
پورا صفحہ	لعہ	سہ	صہ	للعہ

اتفاقی اشتہار فی سطر کالم ۴ اجرت ضمیمہ فیصدی ۸ بشرطیکہ قواعد ڈاکخانہ کے خلاف نہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

النجم لکھنو - روز یکشنبہ

۲۷ صفر سنہ ۱۳۳۴ھ

ماہ صفر - رویت ہلال

اسلام نے جس کامل توحید کی اشاعت فرمائی ہی اسکا ایک بڑا رکن یہ ہی کہ اُس ذات واحد جلّت قدرتہ کے سوا کسیکو فاعل مختار باختیار کامل نہ سمجھا جائے۔ کسیکو مستقل نفع پہونچانے والا ضرر دینے والا نہ اعتقاد کیا جائے - اس رکن کی تعلیم کے لیے قرآن کریم نے جس قدر اہتمام کیا ہی - محتاج بیان نہین - اگر اس مضمون کی سب آیتین یکجا کیجائین تو معلوم ہوجائے کہ یہ عقیدہ توحید کی جان اور روح روان ہے -

مگر حیف صد حیف کہ غیر مذاہب کے اختلاط سے مسلمانون مین اس پاک عقیدہ کے خلاف بہت ناپاک خیالات رائج ہو گئے ہین - اشیا مین نحوست و سعادت کا قائل ہونا اس رکن توحید کے کس قدر منافی ہی - خود شارع نے اس سے منع فرمایا ہی اور تصریح صاف صاف فرمادیا ہی کہ کسی شئی کو منحوس سمجھنا ہرگز جائز نہین -

انھین ناپاک خیالات کا یہ شعبہ ہی کہ اس ماہ صفر کو علی الخصوص اسکے پہلے تیرہ دنون کو نہایت منحوس سمجھتے ہین اور کسی مہتم بالشان کام کی ابتدا اس زمانہ مین نہین کرتے حالانکہ علاوہ اس کلیہ کے کہ کسی شئی کو منحوس نہ سمجھنا چاہیے خاص ماہ صفر کے منحوس نہ سمجھنے کی تاکید بہت سی احادیث صحیحہ مین وارد ہوئی ہی چنانچہ صحیح بخاری صحیح مسلم موطا امام مالک ترمذی ابو داود مسند امام احمد وغیرہ کتب حدیث مین بطریق متعددہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے بضمن حضرت علی مرتضیٰ حضرت جابر حضرت عطا حضرت ابو مسعود حضرت ابوہریرہ وغیرہم ان سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ صفر کا منحوس سمجھنا بالکل بے اصل ہے -

رویت ہلال کے متعلق بھی یہ رواج کہ مثلاً ہلال محرم کی رویت کے بعد سونے کا دیکھنا اور ہلال صفر کی رویت کے بعد آئینہ کا دیکھنا وغیرہ وغیرہ شرعاً بالکل بے اصل ہی - ہان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رویت ہلال کے بعد یہ دعا البتہ مانگتے تھے کہ یا اللہ اس مہینہ کی خیر برکات سے ہمین بہرہ ور کر اور مصائب و آفات سے ہمین محفوظ رکھ -

جو اصحاب اپنے مقام کی واپسی کے مفصل پتہ طلب کرینگے تو انکو بھیجدیے جائینگے -

زہد و رقائق

نمبر (۵)

اب کچھ مختصر حالات حضرت مولنا سید محمد عبد السلام کے جو مین نے حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ سے وقتاً فوقتاً سنے لکھتا ہون۔ حضرت مرحوم تو سرتاپا انکا تذکرہ تھے گویا ان کی زندگی اسی ذکر مبارک پر تھی من احب شیئاً اکثر ذکرہ میرے خیال ناقص مین شاید کوئی مہینہ ایسا نہین ہوا جسمین بکرات و مرات حضرت والد مرحوم کی زبان پر یہ تذکرے نہ آتے ہون اور ان تذکرون کے بعد ایک عمدہ حالت ذوق و وجد کی نہ پیدا ہوتی ہو۔ کبھی کبھی یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(۱) سب سے عمدہ تعریف یہ تھی کہ حضرت والد مرحوم فرماتے تھے۔ اگر کوئی مدعی تمام عمر حضرت ممدوح کی خدمت مین رہتا اور مدعیانہ نظر سے انکے حالات کا تجسس کرتا تو کوئی بات انکی خلاف سنت نہ پاتا۔ سنن ہدیٰ کا تو بڑا رتبہ ہے۔ سنن زوائد پر جیسی مواظبت انکو تھی وہ خود اپنی جگہ پر ایک بہت بڑی کرامت تھی۔ نشست برخاست بات چیت۔ ہنسنے بولنے بات کرنے مین صحابہ کرام کا نمونہ تھے۔ کبھی تبسم سے زیادہ انکو کسی نے ہنستے نہین دیکھا ہمیشہ خندہ پیشانی رہتے تھے۔ بہت ہی نرم گفتار اور شیرین کلام خوش خلق تھے۔ غصہ مین کبھی بلند آواز یا کریہ الفاظ زبان مبارک پر نہ آتے تھے۔

(۲) فرماتے تھے کہ امر معروف و نہی منکر پر بڑا التزام تھا۔ کسی کی کوئی بُری بات سنتے یا دیکھتے تو اُسکو ضرور منع کرتے۔ کسے باشد۔ مگر منع کرنے کا طریقہ نہایت خوشگوار اور دل پسند ہوتا تھا۔ کسی کو خلوت مین منع کرتے۔ کسیکو جلوت مین۔ کسیکو تقریراً منع کرتے کسیکو تحریراً کسیکو بہ لطف کسیکو بہ غضب۔ جیسا جس وقت مناسب سمجھتے۔

فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ضلع فتحپور کے ایک منصف نے ایک مقدمہ مین ایسا خلاف حق فیصلہ کیا جس کا خلاف حق ہونا خود منصف کو بھی معلوم تھا۔ اور اس فیصلہ سے فریقین ناراض رہے۔ اِس واقعہ کو سنکر حضرت ممدوح نے ایک خط منصف صاحب کو لکھا۔ جسکی نقل حسب ذیل ہے۔

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

منصف صاحب مہربان محب درویشان ذوالمنصب و الشان وفقکم اللہ سبحانہ لمرضاتہ وشرفکم لحسن الخاتمہ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے نصفت آرائے باد از انجا کہ احکم الحاکمین جل شانہ حکام را بنا بر اصلاح رعایا خصوصاً درباب فصل قضایا بر خلائق عیال اللہ مقرر فرمودہ است پس لامحالہ قضاۃ را

بلحاظ این اصلاح ورفع تنازع مابین الخصمین لابد آمد
وحتی الامکان درین باب اوامر ونواهی شرعیہ ملحوظ خاطر
باشد ورنہ عنداللہ روز فردا ماخوذ وغیر معذور خواہند شد
بالجملہ حاکم منصف رارعایت احد الخصمین نباید کرد
وانچہ حق بجانب احدہما دائر باشد از شہود عدول
آنحق بہ ثبوت پیوندد وبمنشاے آن مقدمہ فیصل باید نمود
ودر شرع کثرت شہود ضرور نیست واز دو شاہد عادل
ثابت می شود واگر چہ[1] شہود عادل ....
... است درین زمانہ مفقود اند الا معہذا لحاظ
عدالت سراسری مسلم بر حکام واجب ولازم است
وعدالت سراسری ہمین است کہ بظاہر آن شخص بصوم
وصلوٰۃ مقید باشد واز کذب ودیگر کبائر مجتنب واگر
بشہادت فساق وکفار اگرچہ راست گفتار باشند
بمقابلۂ مدعی ومدعا علیہ مسلمانان فصل قضایا خواہد کرد
بسخت وبال درآن عالم گرفتار خواہد شد ودر زمرۂ
ظالمین معدود خواہد گردید قاضی بودن اہل نیست
سخت مشکل است در حدیث شریف وارد است
ہر کہ قضا اختیار کرد گویا کہ بغیر سکین ذبح کردہ شد
این وعید شدید خوب یاد دارند لحاظ شرع بہر حال
باشد وآن صاحب خود از احکام شرعیہ واقف اند معہذا

[1] یہان ایک سطر صاف سے کٹ گئی لہذا پڑھی نہین گئی۔

باز غفلت می ورزند سخت تعجب است آمدیم بر آن کہ
درینجا بدنامی آن نامی طشت از بام شدہ بر افواہ
ہر کہ ومہ جاری است ولطف آنست کہ مدعی و
مدعا علیہ ہردو ناخوش اند این عجب معاملہ است پس از
شنیدن کلمات نا ملائم مردم دلم سخت گیرا
ومنقبض می شود کہ بیانش نمی شود دزبان خلائق راکسے
بند نمی سازد الحال ہم اگر متنبہ شوند غالب
است کہ این بدنامی دور شود انچہ حق خیر خواہی و
آشنائی واخوۃ اسلامی درمیان بود ادا کردہ از ین
ماجرا اطلاع دادہ آئیندہ مختار اند زیادہ۔ والسلام فقط۔

الراقم الآثم

فقیر محمد عبد السلام عفا عنہ

منصف صاحب کو یہ خط بہت ہی ناگوار گذرا
بلکہ اُنھون نے یہ ارادہ کیا کہ توہین کا مقدمہ حضرت
پر چلائین۔ والد مرحوم فرماتے تھے کہ یہ خبر سنکر مین اُن
کے پاس گیا۔ اور بہزار تدبیر مین نے وہ خط اُن سے لے لیا
پھر جناب میان صاحب کی خدمت مین گیا اور بے تحاشا
مین نے اُنسے جاکر یہ کلمہ کہا کہ آپ کچھ غور نہین فرماتے جسکو
جو چاہتے ہین لکھدیتے ہین۔ پھر مین نے سب واقعہ بیان
کیا۔ (والد مرحوم فرماتے تھے کہ) مین اپنی اُس وقت کی
جرأت پر سخت متعجب اور نادم ہون۔ ان سب حالات کو

زہد و رقائق

نمبر (۵)

اب کچھ مختصر حالات حضرت مولٰنا سید محمد عبدالسّلام کے جو مین نے حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ سے وقتاً فوقتاً سنے لکھتا ہون۔ حضرت مرحوم تو سرتاپا انکا تذکرہ تھے گویا اِن کی زندگی اسی ذکر مبارک پر تھی من احب شیئاً اکثر ذکرہ میرے خیال ناقص مین شاید کوئی مہینہ ایسا نہین ہوا جسمین بکرّات و مرّات حضرت والد مرحوم کی زبان پر یہ تذکرے نہ آتے ہون اور ان تذکرون کے بعد ایک عمدہ حالت ذوق و وجد کی نہ پیدا ہوتی ہو۔ کبھی کبھی یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(۱) سب سے عمدہ تعریف یہ تھی کہ حضرت والد مرحوم فرماتے تھے۔ اگر کوئی مدعی تمام عمر حضرت ممدوح کی خدمت مین رہتا اور مدعیانہ نظر سے انکے حالات کا تجسُّس کرتا تو کوئی بات انکی خلاف سنت نہ پاتا۔ سنن ہدیٰ کا تو بڑا رتبہ ہے۔ سنن زوائد پر جیسی مواظبت انکو تھی وہ خود اپنی جگہ پر ایک بہت بڑی کرامت تھی۔ نشست برخاست۔ بات چیت۔ ہنسنے بولنے بات کرنے مین صحابہ کرام کا نمونہ تھے۔ کبھی تبسم سے زیادہ انکو کسی نے ہنستے نہین دیکھا ہمیشہ خندہ پیشانی رہتے تھے۔ بہت ہی نرم گفتار اور شیرین کلام خوش خلق تھے۔ غصہ مین بھی بلند آواز یا کریہ الفاظ زبان مبارک پر نہ آتے تھے۔

(۲) فرماتے تھے کہ امر معروف و نہی منکر پر بڑا التزام تھا۔ کسی کی کوئی بُری بات سنتے یا دیکھتے تو اُسکو ضرور منع کرتے۔ کسے باشد۔ مگر منع کرنے کا طریقہ نہایت خوشگوار اور دل پسند ہوتا تھا۔ کسی کو خلوت مین منع کرتے۔ کسیکو جلوت مین۔ کسیکو تقریراً منع کرتے کسیکو تحریراً کسیکو بہ لطف کسیکو بہ غضب۔ جیسا جس وقت مناسب سمجھتے۔

فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ضلع فتحپور کے ایک منصف نے ایک مقدمہ مین ایسا خلاف حق فیصلہ کیا جس کا خلاف حق ہونا خود منصف کو بھی معلوم تھا۔ اور اس فیصلہ سے فریقین ناراض رہے۔ اِس واقعہ کو سنکر حضرت ممدوح نے ایک خط منصف صاحب کو لکھا۔ جسکی نقل حسب ذیل ہے۔

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

منصف صاحب مہربان محب درویشان ذوالمنصب و الشان وفقکم اللہ سبحانہ لمرضاتہ و شرفکم لحسن الخاتمہ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ واضح رائے نصفت آرائے باد ازانجا کہ احکم الحاکمین جل شانہ حکام را بنا بر اصلاح رعایا خصوصاً در باب فصل قضایا بر خلائق عیال اللہ مقرر فرمودہ است پس لامحالہ قضاۃ را

لحاظ این اصلاح و رفع تنازع ما بین الخصمین لابد آمد
و حتی الامکان درین باب اوامر و نواہی شرعیہ ملحوظ خاطر
باشد ورنہ عند اللہ روز فردا ماخوذ و غیر معذور خواہند شد
بالجملہ حاکم منصف را رعایت احد الخصمین نباید کرد
و آنچہ حق بجانب احد ہما دائر باشد از شہود عدول
آنحق بہ ثبوت پیوندد و بہ منشاے آن مقدمہ فیصل باید نمود
و در شرع کثرت شہود ضرور نیست و از دو شاہد عادل
ثابت می شود و اگر چہ[1] شہود عادل . . . .
. . . است درین زمانہ مفقود اند الا معہذا لحاظ
عدالت سراسری مسلم بر حکام واجب و لازم است
و عدالت سراسری ہمین است کہ بظاہر آن شخص بصوم
و صلوۃ مقید باشد و از کذب و دیگر کبائر مجتنب و اگر
بشہادت فساق و کفار اگرچہ راست گفتار باشند
بمقابلہ مدعی و مدعا علیہ مسلمانان فصل قضایا خواہد کرد
بسخت وبال در آن عالم گرفتار خواہد شد و در زمرۂ
ظالمین معدود خواہد گردید قاضی بودن سہل نیست
سخت مشکل است در حدیث شریف وارد است
ہر کہ قضا اختیار کرد گویا کہ بغیر سکین ذبح کردہ شد
این وعید شدید خوب یاد دارند لحاظ شرع بہر حال
باشد و آن صاحب خود از احکام شرعیہ واقف اند معہذا
باز غفلت می ورزند سخت تعجب است آمدیم بر آن کہ
درینجا بدنامی آن نامی طشت از بام شدہ بر افواہ
ہر کہ و مہ جاری است و لطف آنست کہ مدعی و
مدعا علیہ ہر دو ناخوش اند این عجب معاملہ است پس از
شنیدن کلمات نا ملائم مردم دلم سخت گیرا
و منقبض می شود کہ بیانش نمی شود زبان خلائق را کسے
بند نمی سازد الحال ہم اگر متنبہ شوند غالب
است کہ این بدنامی دور شود آنچہ حق خیر خواہی و
آشنائی و اخوۃ اسلامی در میان بود ادا کردہ از ین
ماجرا اطلاع دادہ آئندہ مختار ند زیادہ - والسلام فقط -

الراقم الآثم

فقیر محمد عبد السلام عفا عنہ

منصف صاحب کو یہ خط بہت ہی ناگوار گذرا
بلکہ اُنھون نے یہ ارادہ کیا کہ توہین کا مقدمہ حضرت
پر چلائین - والد مرحوم فرماتے تھے کہ یہ خبر سنکر مین ان
کے پاس گیا - اور بہزار تدبیر مین نے وہ خط اُن سے لے لیا
پھر جناب میان صاحب کی خدمت مین گیا اور بے تحاشا
مین نے اُنسے جا کر یہ کلمہ کہا کہ آپ کچھ غور نہین فرماتے جسکو
جو چاہتے ہین لکھدیتے ہین - پھر مین نے سب واقعہ بیان
کیا - (والد مرحوم فرماتے تھے کہ) مین اپنی اُس وقت کی
جرأت پر سخت متعجب اور نادم ہون - ان سب حالات کو

[1] یہان ایک سطر صحاف سے کٹ گئی لہذا پڑھی نہین گئی -

سنکر میان صاحب نے حسب عادت تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالی جو چاہیگا کریگا مین نے تو انکے ساتھ خیر خواہی کی تھی فرماتے تھے۔ منصف صاحب نے کچھ گستاخانہ کلمات بھی میان صاحب کی شان مین استعمال کیے تھے بمقتضاے من عادی لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب۔ اُن گستاخانہ کلمات کی پاداش اس رنگ مین ظاہر ہوئی کہ اسکے بعد انکے تنزل کا حکم آگیا۔ مگر انکی قسمت مین سعادت تھی کہ وہ معاً متنبہ ہوگئے۔ اور انھون نے مجھے بلاکر بہت معذرت کی اور کہا کہ مین یہ جانتا ہون کہ یہ وبال صرف اُس گستاخی کا نتیجہ ہے جو میان صاحب کی شان والا مین مجھ سے ہوئی۔ آپ میری خطا میان صاحب سے معاف کرا دیجیے۔ اور میرے لیے دعا کرائیے۔ چنانچہ مین جناب میان صاحب کی حضور مین گیا۔ اور عرض کیا۔ فرمایا کہ مین کیا اور میری شان کیا۔ یہ وبال اُس گستاخی کا نہین ہی بلکہ اُسی فیصلۂ ناحق کا ہی۔ اچھا اُنسے جسقدر ہوسکے صدقہ کی کثرت کرین۔ کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ صدقہ بلا کو رد کردیتا ہے"

منصف صاحب نے اس حکم پر عمل کیا۔ الحمد بفضل خداوندی وہ حکم تنزل پیروی کرنے سے منسوخ ہوگیا۔

(۳) فرماتے تھے کہ باوجود اشتغال قویہ باطنیہ کے علوم شرعیہ کا بڑا اہتمام رکھتے تھے۔ تدریس علم دین خصوصاً درس حدیث شریف کا سلسلہ برابر قائم رہتا تھا۔ فتوے برابر لکھا کرتے تھے اور اختلافی مسائل مین ان کی تحریر نہایت معتدل اور تشفی بخش ہوتی تھی۔

کوئی شخص حلقۂ ذکر سے باہر ان کو دیکھتا تو ہرگز نہ سمجھ سکتا کہ فقر و درویشی سے بھی انکو کچھ مناسبت ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ اُنکو ایک عالم دین سمجھ لیتا۔

ترویج احکام شریعت اور ازالۂ بدعات مین نہایت سعی جمیل فرماتے تھے۔ ہسوہ اور اسکے مضافات مین جس قدر بدعات رائج تھین سب انھین کی مٹائی ہوئی ہین۔

(۴) فرماتے تھے کہ اخفا و استتار کا اس قدر اہتمام تھا کہ مین نے کسی دوسرے مین اسکا شمہ نہین دیکھا فقر و تصوف کے متعلق اگر کوئی تذکرہ انکے سامنے کیا جاتا تو اجنبیت کے ساتھ اسکو سنتے اور کچھ نہ فرماتے ہان مسائل شرعیہ کے متعلق اگر گفتگو ہوتی اور کوئی غلطی کرتا تو اُسوقت بول اُٹھتے تھے۔

(۵) فرماتے تھے کہ کبھی کوئی کلام موزون مین نے اُن کی زبان مبارک سے نہین سنا البتہ صرف ایک مرتبہ اس مصرع کی تکرار فرما رہے تھے۔

خدا جو چاہے کرے خاتمہ بخیر کرے

بار بار اسکو پڑھتے اور بہت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ۔

(۶) فرماتے تھے کہ قرآن مجید بہت عمدہ عربی لہجہ مین تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے - روزانہ بعد نماز فجر و فراغت حلقہ التزام تلاوت کا رکھتے تھے - ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھولتے اور بائین ہاتھ سے بند کرتے تھے -

ایک مرتبہ کا ذکر ہی کہ تحصیل کونڈا ضلع فتحپور مین ازراہِ بندہ نوازی میرے یہان تشریف لائے - صبح کا وقت تھا - تلاوت قرآن مجید سے فارغ ہوے ہی تھے کہ ایک شخص دہقانی صورت آئے جنکو کوئی پہچانتا نہ تھا اور انھون نے آکر بلند آواز سے السلام علیکم کہا - اور میان صاحب سے مخاطب ہوکر یہ الفاظ کہے کہ مین نے سنا ہی تم قرآن بہت اچھا گاتے ہو اسوقت مین تمھارا گانا سننے آیا ہون " کسی کی مجال نہ تھی کہ اس قسم کا کلمہ انکے سامنے کہتا - اور نہ اُنکو اس قسم کی باتون کا تحمل تھا - مگر اُسوقت چہرۂ مبارک پر کچھ تغیر بھی نہ پیدا ہوا - اور اُسی بشاشت کے ساتھ اُٹھے - قرآن مجید اُتارا اور سورۂ مریم پڑھنی شروع کی - اسوقت کی حالت قابل بیان نہین - کوئی ایسا نہ تھا جسکے قلب پر خاص اثر نہ ہوا اور آنکھون سے آنسو جاری نہ ہون - جب سورت ختم ہوئی تو اُس شخص نے کہا - واقعی جیسا سنا تھا تم ویسا ہی گاتے ہو واقعی تم قرآن بہت اچھا گاتے ہو" یہ کہکر وہ چلا گیا سب متعجب رہ گئے کہ یہ کیا ماجرا تھا اور یہ کون شخص تھا کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ میان صاحب سے اسکا استفسار کرتا

(۷) فرماتے تھے کہ حلم و تواضع بھی اُن مین بحد کمال تھا - ایک مرتبہ میرے سامنے ایک شخص آیا اور اُس نے پوچھا کہ میان میرا فتویٰ لکھ گیا ؟ فرمایا ہان - اور اُس کو فتوے نکال دیا - اسنے کہا - میان سنا دو کیا لکھا ہے ؟ حضرت نے پڑھکر سنا دیا - اُس شخص نے پوچھا - میان کتاب دیکھکر لکھا ہی یا بغیر دیکھے ؟ فرمایا - کہ کتاب دیکھکر اُس نے کہا - مجھکو معلوم ہوتا ہی کہ کتاب دیکھکر نہین لکھا - یہ سنتے ہی فوراً اُٹھے اور کتاب نکالی - بہت دیر تک دیکھتے رہے بعد اسکے فرمایا - ایسا ہی ہی جیسا مین نے لکھا "

(۸) فرماتے تھے . تصنع اور بناوٹ مزاج مین بالکل نہ تھی - جب کوئی مسألہ انسے پوچھا جاتا - معلوم ہوتا بتا دیتے - نہ معلوم ہوتا صاف کہدیتے کہ مجھے معلوم نہین -

(۹) حقوق عباد کی بڑی رعایت فرماتے تھے بال بچون کے ادائے حقوق کے جو اوقات مقرر تھے اُن اوقات مین کوئی انکو دیکھتا تو سمجھتا کہ بڑے پکے دنیا دار ہین - کچھ زمینداری کا بھی سلسلہ تھا - اسکے متعلق حساب کتاب لکھنا پڑھنا خود کر لیا کرتے تھے اور ہر کام کو عمدہ طرز سے کرتے تھے -

(۱۰) اپنے متعلقین اور اصحاب کے ساتھ ایسا مساویانہ برتاؤ رکھتے کہ ہر شخص اپنے کو مخصوصین سے سمجھتا تھا -

فہرست وصولی و واپسی ویلو

فہرست وصولی:- (۱) قاضی ذہین صاحب گورداسپور [۱۷] (۲) مولوی علی متقی صاحب متھرا [۲۲] (۳) منشی امتیاز علی صاحب بارہ بنکی [۵۷]
(۴) فیض محمد خانصاحب مین پوری [۶۱] (۵) حاجی جمال الدین صاحب بہرائچ [۹۵] (۶) عبدالحق صاحب بھاگل پور [۹۹] (۷) شرف الدین صاحب بھاگلپور [۱۰۱]
(۸) شیخ نظیر حسین صاحب بارہ بنکی [۱۴۵] (۸) زاہد شاہ صاحب ہردوئی [۱۵۷] (۹) واحد خانصاحب گیا [۱۹۵] (۱۰) منشی علی حسین صاحب گیا [۲۳۷]
(۱۱) شیخ توکل حسین صاحب بارہ بنکی [۲۴۷] (۱۲) حسن خانصاحب باندہ [۴۱۸] (۱۳) مرزا نصیر بیگ صاحب بنارس [۴۴۰] (۱۴) شیخ محمد ظہور صاحب بستی [۵۳۶]
(۱۵) شیخ ممتاز علی صاحب سلطانپور [۵۶۱] (۱۶) حافظ فدا حسین صاحب بارہ بنکی [۵۷۱] (۱۷) بشیر الدین صاحب میرٹھ [۵۹۵] (۱۸) عبدالغفور صاحب مراد آباد [۶۱۳]
(۱۹) عبدالغفار صاحب جودھپور [۶۳۳] (۲۰) محمد عالم صاحب قنوج [۶۵۱] (۲۱) محمد خانصاحب بلند شہر [۶۴۴] (۲۲) شرف علی صاحب بہرائچ [۶۹۵]
(۲۴) عبدالصمد صاحب الہ آباد [۷۶۱] (۲۵) قطب الدین صاحب بہرائچ [۷۹۲] (۲۶) شیخ محمد یوسف علی صاحب قنوج [۸۱۲] (۲۷) مولوی سلیمان صاحب سیتاپور [۸۱۴]
(۲۸) محمد صدیق صاحب مظفر پور [۸۶۵] (۲۹) حاجی فضل دین صاحب کلکتہ [۹۱۸] (۳۰) صاحبداد خانصاحب فیض آباد [۹۵۴] (۳۱) رحمت اللہ صاحب بنارس [۱۰۲۱]
(۳۲) فقیر بخش صاحب اناؤ [۱۰۴۰] (۳۳) محمود الحق صاحب سلطانپور [۱۰۵۶] (۳۴) محمد حسین صاحب بنارس [۱۰۹۷] (۳۵) منیر الدین صاحب مظفر پور [۱۱۰۹]
(۳۶) محمد یونس صاحب بارہ بنکی [۱۱۳۰] (۳۷) اسد علی صاحب بجنور [۱۳۰۸] (۳۸) عبدالغفور صاحب سندھ [۱۳۱۲] (۳۹) عبدالستار صاحب جونپور [۱۳۶۱]
(۴۰) عبدالباری صاحب پرتابگڑھ [۱۳۸۰] (۴۱) غلام محمد صاحب دکن [۱۳۹۶] (۴۲) ارتضیٰ حسین صاحب بستی [۱۴۹۶] (۴۳) محمد حسین صاحب پرتاب گڑھ [۱۵۰۱]
(۴۴) مظفر علی صاحب کھیری [۱۵۳۸] (۴۵) لیاقت علی صاحب سیتاپور [illegible] (۴۶) محمد یحییٰ صاحب سہارنپور [۱۶۹۵] (۴۷) دوست محمد صاحب افریقہ [۱۷۵۷] (۴۸) تاج محمد صاحب سندھ [۱۷۷۴]

فہرست واپسی: (۱) نذیر احمد صاحب بارہ بنکی [۵۷۴] (۲) وجیہ الدین صاحب بارہ بنکی (۳) عبدالغنی صاحب غازیپور [۶۴۹] (۴) شتاق احمد صاحب کانپور [۸۰۰] (۵) عبدالستار صاحب اٹہ [۸۲۶]
(۶) خورشید حسن صاحب الہ آباد [۱۰۳۰] (۷) مصطفیٰ علی صاحب بریلی [۱۰۹۰] (۸) محمد یوسف صاحب پٹنہ [۱۱۳۷] (۹) عبدالکریم صاحب ہردوئی [۱۱۶۹] (۱۰) لطف علی صاحب سیتاپور [۱۱۷۵] (۱۱) الفت علی صاحب [۱۱۸۳]
(۱۲) ابراہیم صاحب بمبئی [۱۲۵۴] (۱۳) غلام دستگیر صاحب دکن [۱۳۰۴] (۱۴) محمد بخش صاحب ساگر [۱۴۰۱] (۱۵) عبدالکریم صاحب آرہ [۱۴۲۱] (۱۶) اصلاح الخیال مراد آباد [۱۴۶۱] (۱۷) عبدالحلیم صاحب کلکتہ [۱۵۴۸]
(۱۸) عبدالرحیم صاحب فیض آباد (۱۹) شاہ ملیح الدین صاحب گیا [۱۶۱۹] (۲۰) محمد احسن صاحب بریلی [۱۵۶۲] (۲۱) نجم الثاقب صاحب مراد آباد [۱۳۶۶] (۲۲) جمیل الدین صاحب سیتاپور [۱۴۰۳]
(۲۳) عبدالجبار خانصاحب پٹنہ [۱۹۸] (۲۴) بہاء الدین صاحب سیتاپور [۹۱۸] (۲۵) ادریس خانصاحب بدایوں [۱۲۰۴] (۲۶) اکرام الٰہی صاحب فیض آباد [۱۶۴۱] (۲۷) عبدالحمید صاحب بمبئی [۱۰۸۴]
(۲۸) حبیبیہ لائبریری احاطہ بمبئی [۱۱۰۵] (۲۹) امیر حسن صاحب فیض آباد [۹۶۳] (۳۰) حافظ احمد صاحب فیض آباد [۱۵۱۷] (۳۱) عبدالرحمن صاحب بریلی [۱۳۵۶] (۳۲) محبوب علی صاحب بھاگلپور [۱۴۵۶]
(۳۳) عابد حسین صاحب پرتابگڑھ [۱۴۰۷] (۳۴) شہاب الدین صاحب بھاگلپور [۱۳۵۸] (۳۵) شرف الدین صاحب بڑودہ [۱۵۱۴] (۳۶) عاشق علی صاحب لکھنؤ [۱۰۴۳] (۳۷) مولوی سلیمان [۱۲۶۹]

بحثِ نسخ

گذشتہ نمبر مین اخبار افغان پشاور سے ایک خطرناک مضمون نقل کیا گیا تھا۔ جسکا عنوان یہ تھا "خدا کی کتابون او رسولون کی اہانت" اس مضمون کا جواب نمبر ہذا پر محول کیا گیا تھا۔ چنانچہ بحول اللہ و قوتہ اُس مضمون کا جواب باصواب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

یہ جواب کچھ طویل ہوجائیگا۔ شاید اس نمبر مین ختم نہ ہوسکے۔ لیکن غالباً ایسے مفید مضامین کے لیے ناظرین کو انتظار کی تکلیف اٹھانا ناگوار نہ ہو۔

اخبار افغان کے مضمون نگار نے اپنے مضمون مذکورۂ بالا مین یہ چند امور بیان فرمائے ہین۔

(۱) تورات و انجیل و نیز جمیع کتب انبیائی سابقین تحریف سے بالکل پاک ہین۔ کسی قسم کی تحریف لفظی انمین نہین ہوئی۔ مضمون نگار نے اپنے اس عجیب و غریب دعوے پر بزعم خود عقلی دلیل بھی پیش کی ہی اور نقلی بھی۔ نقلی دلیل کے ضمن مین اُسنے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہی کہ ان کتب مین تحریف کا واقع ہونا از روے قرآن ناممکن و محال ہی۔

(۲) تورات و انجیل و جمیع کتب انبیای سابقین نسخ سے بھی محفوظ ہین۔ یعنی منسوخ نہین ہوئین۔

(۳) قرآن مین ناسخ منسوخ نہین ہی یعنی قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہین ہوئی نہ ہوسکتی ہی۔

یہ تینؔ باتین ہین جو مضمون نگار نے اصالۃً بیان کین ان کے علاوہ اور باتین کہ مسلمانون نے نسخ قرآن حدیث سے بھی جائز رکھا ہی اور حدیث کا درجہ قرآن سے بھی بڑھا دیا ہی۔ بلکہ رسول کا مرتبہ خدا سے زیادہ کردیا ہی۔ ضمناً اس مضمون مین مذکور ہین۔ لہذا پہلے اُن تینؔ اصلی باتون کا جواب عرض کیا جاتا ہی۔ اور مناسب سمجھا گیا ہی کہ مین اپنے جواب کو تینؔ بحثون پر تقسیم کرون

بحث اول۔ متعلق نسخ قرآن۔

بحث دوم متعلق تحریف کتب مقدسہ۔

بحث سوم۔ متعلق نسخ کتب مقدسہ۔

بحث اول کے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہی کہ وہ متعلق اپنی مقدس کتاب یعنی قرآن کریم کے ہی۔

التماس

(بخدمت ایڈیٹر صاحب اخبار افغان)

بحث کے شروع کرنے سے پہلے ایڈیٹر صاحب افغان کی خدمت مین گزارش ہی کہ اگر اُنکو میری تحریر سے اتفاق ہو تو براہِ حمیت اسلامی میری تحریر کو اپنے اخبار مین درج کردین اور اگر میری تحریر سے اتفاق نہ ہو تو اس کا جواب شایع کرین۔ یہ کوئی معمولی مضمون نہین ہی جسکو خاموشی

ہے ٹال دیا جائے۔ مجھے یہ بھی امید ہی کہ آپ میری اس بحث کو کسی نفسانی حرکت پر محمول نہ کرین گے۔ کیونکہ میرے آپ کے درمیان مین کوئی سابقہ نہین ہی جو باعث نفسانیت کا ہو۔ اب مین اصل مقصد کا آغاز کرتا ہون اور حق تعالی سے توفیق خیر کی دعا کرتا ہون۔

بحثِ اوّل

(متعلق نسخ قرآنِ کریم)

اس بحث مین مجھے تین امور کا بیان کرنا منظور ہے۔ اوّل۔ نسخ کے معنی کی تحقیق۔ دوم نسخ کے اقسام اور ان کے احکام اور ثبوت نسخ کے دلائل۔ سوم نسخ کے انکار کے نتائج فاسدہ اور منکرین کے دلائل کا ابطال۔

امر اول نسخ کے کئی معنی ہین۔ اور یہ لفظ قرآن مجید مین مختلف مواقع پر وارد ہوا ہی اور اُن مواقع مختلفہ مین اکثر معانی مختلفہ مراد لیے گئے ہین۔

معنی اول۔ ازالہ۔ یعنی کسی چیز کا ہٹا دینا۔ یہ معنی اس آیت مین مراد لیے گئے ہین۔ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان۔ ترجمہ۔ پس زائل کر دیتا ہی اللہ اُس چیز کو جو شیطان ڈالتا ہی۔

معنی دوم۔ تحویل۔ جیسے میراث کے مسائل مین لفظ نسخ مناسخہ تناسخ بولتے ہین وہان یہی معنی مراد ہین یعنی ایک سے دوسرے کیطرف میراث کا تحویل کرنا

معنی سوم۔ نوشتن (لکھنا) یہ معنی اس آیت مین مراد لیے گئے ہین۔ انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون۔ (ترجمہ) ہم لکھتے جاتے ہین جو کچھ تم کام کرتے ہو۔

معنی چہارم۔ تبدیل۔ یعنی ایک چیز کے بدلے مین دوسری چیز کو قائم کرنا۔ یہی معنی چہارم متنازع فیہ ہین۔ ہم کہتے ہین کہ آیۂ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا مین یہی معنی مراد ہین۔ جیساکہ امر دوم کے ضمن مین بیان ہوگا

امر دوم واضح رہے کہ قرآن کے ناسخ و منسوخ کا علم بجائے خود ایک بہت بڑا اور مہتم بالشان فن ہی۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اتقان نوع سابع والاربعون مین رقم فرماتے ہین

افردہ بالتصنیف خلائق لایحصون منہم[1] ابو عبید القاسم بن سلام وابو داؤد السجستانی وابو جعفر النحاس وابن الانباری ومکی وابن العربی وآخرون قال الائمۃ لایجوز لاحد ان یفسر کتاب اللہ الا بعد ان یعرف منہ الناسخ و

[1] ترجمہ۔ اِس فن (ناسخ و منسوخ) مین بے شمار لوگون نے مستقل کتابین لکھی ہین۔ منجملہ اُن مصنفین کے ابو عبید یعنی قاسم بن سلام اور ابو داود سجستانی اور ابو جعفر نحاس اور ابن انباری اور مکی اور ابن عربی وغیرہ وغیرہ ہین ائمہ دین نے فرمایا ہی کہ (صفحہ ۹ مین دیکھیے

المنسوخ وقد قال علی لقاض اتعرف الناسخ

والمنسوخ قال لا قال ہلکت واہلکت

نیز یہی علامہ اپنی تفسیر کے اسی نوع مین لکھتے ہین۔

قد اجمع المسلمون علی جوازہ وانکرہ الیہود ظنا

منہم انہ بدأ کالذی یرے الرای ثم یبدو لہ

وہو باطل لانہ بیان مدۃ الحکم کالاحیاء بعد

الاماتۃ وعکسہ والمرض بعد الصحۃ وعکسہ والفقر

بعد الغنی وعکسہ وذلک لا یکون بدأً۔

قرآن کریم مین نسخ کی تین قسمین ہین۔ اول یہ کہ تلاوت اور حکم دونون منسوخ۔ دوم یہ کہ صرف حکم منسوخ۔ تلاوت منسوخ نہین۔ سوم یہ کہ صرف تلاوت منسوخ۔ حکم منسوخ نہین

قسم اول کی مثال۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم مین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا

کان فیما انزل اللہ عشر رضعات معلومات

فنسخن بخمس معلومات۔

ترجمہ۔ جو کتاب اللہ نے نازل کی تھی اس مین دس گھونٹ دودھ پینے کا بطریق معلوم حکم تھا پھر وہ منسوخ ہوگیا پانچ گھونٹ دودھ پینے سے۔ مطلب یہ ہی کہ پہلے آیت قرآنی مین یہ حکم تھا کہ دس گھونٹ دودھ کسی عورت کا پینے سے رشتۂ رضاعت قائم ہوگا اس سے کم مین نہ قائم ہوگا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور اُس آیت کی تلاوت بھی موقوف ہوگئی جسمین یہ حکم تھا۔ اور دوسری آیت نازل ہوئی جسمین پانچ گھونٹ دودھ پینے سے رشتۂ رضاعت قائم ہونے کا حکم دیا گیا۔ اب یہ آیت بھی قرآن شریف مین نہین ہی۔ شافعیہ کہتے ہین کہ تلاو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) کسی شخص کو جائز نہین کہ قرآن کی تفسیر کرے مگر بعد اسکے کہ اُس کے ناسخ ومنسوخ کو جانتا ہو۔"

حضرت علی نے ایک قاضی سے پوچھا کہ تم ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتے ہو اُنھون نے کہا نہین۔ آپ نے فرمایا کہ تم خود بھی ہلاک ہوے اور تمنے دوسرون کو بھی ہلاک کیا۔" ۱۲

لہ کلام خدا مین نسخ کے واقع ہونے پر مسلمانون کا اجماع ہی۔ صرف یہود اسکے منکر ہین کہ نسخ بدا ہے۔ جیسے کوئی شخص کوئی رای سوچے پھر اُسکو اپنی راے کی غلطی معلوم ہو۔ مگر یہ خیال غلط ہی۔ کیونکہ نسخ تو حکم کی مدت کا بیان کر دینا ہی وہ ایسا ہی ہی جیسے موت کے بعد زندگی دینا یا زندگی کے بعد موت دینا۔ اور جیسے صحت کے بعد بیماری دینا یا بیماری کے بعد صحت دینا اور جیسے مالداری کے بعد فقیر کر دینا یا فقیری کے بعد مالدار کر دینا۔ ۱۲

ف۔ معلوم ہوا کہ واقع مین علم الٰہی مین نسخ نہین ہوتا بلکہ ہمارے علم مین ہوتا ہے۔ چونکہ پہلا حکم کسی مدت کے ساتھ ہمارے علم مین مقید نہ تھا اس سبب سے جب اسکی مدت واقعیہ ختم ہوگئی اور دوسرا حکم نازل ہوا تو ہمنے پہلے حکم کو منسوخ سمجھا۔ دوسرا فائدہ یہ ہی کہ بدا کو یہود بھی برا سمجھتے تھے۔ مگر یہود کے ذلہ ربا یعنی شیعہ حضرات یہود سے بھی سبقت لیگئے اور انھون نے اللہ تعالی کے لیے بدا ہونا (معاذ اللہ) اپنے ضروریات مذہب مین داخل کر لیا۔ جیسا کہ اسکی مبسوط بحث النجم کے حصص مناظرہ سابقہ مین ہوچکی ہی تیسرا فائدہ یہ ہی کہ وقوع نسخ پر سب مسلمانون کا اجماع ہی حتی کہ شیعہ بھی اسکے مخالف نہین۔ مگر چند روز سے یہودیت کا غلبہ بہت زیادہ ہوگیا ہے ہذا الایڈیٹر اصلاح بحث تحریف مین بمقابلۂ النجم نسخ سے انکار کر گئے اور اب شاید منکرین نسخ کا ایک جدید فرقہ شیعون مین قائم ہوجائے۔ ۱۲

اسکی منسوخ ہوگئی مگر حکم اس کا باقی ہی-

حنفیہ کہتے ہین کہ دس گھونٹ والی آیت کی طرح پانچ گھونٹ والی آیت کی بھی تلاوت اور حکم دونون منسوخ ہین-

شافعیہ کے مذہب مین بغیر پانچ گھونٹ پیے ہوے رشتہ رضاعت قائم نہین ہوتا اور حنفیہ کے نزدیک ایک قطرہ دودھ پی لینے سے بھی رشتہ رضاعت قائم ہوجاتا ہے

قسم دوم کی مثال- اسی قسم کی طرف زیادہ توجہ کی گئی ہی- اور ہونی بھی چاہیے تھی- کیونکہ یہ وہ قسم ہے کہ آیت قرآن شریف مین موجود ہی اسکی تلاوت قائم ہے اور اُسکا حکم منسوخ ہوگیا ہی- اور یہ قاعدہ فطری ہی کہ جس چیز مین اہتمام و توجہ زیادہ ہوتا ہی اُس مین اختلاف بھی ضرور واقع ہوتا ہی- سچ کہا گیا ہی- ع

وللناس فیما یعشقون مذاہب

لہذا اس قسم کی امثلہ مین بھی سخت اختلاف ہی- اور اس کی صورتِ وقوع مین بھی اختلاف ہی- سب سے پہلے مین صورتِ وقوع کے اختلاف کو بیان کرتا ہون-

اختلاف صورت وقوع

تمام مفسرین کا اتفاق ہی اور عقل سلیم بھی اسکو قبول کرتی ہی کہ نسخ صرف احکام مین ہو سکتا ہے اخبار مین نہین ہو سکتا- اخبار مین اگر نسخ جائز ہو تو بے شک وہ اعتراض جو یہود

کی طرف سے نسخ پر کیا جاتا ہی- صحیح ہو جائیگا-

احکام کے نسخ کی یہ چند صورتین واقع ہوئی ہین-

(۱) کوئی حکم نازل ہوا- اور ہنوز اُسکا امتثال نہ ہونے پایا تھا کہ منسوخ ہوگیا- جیسے آیۃ نجویٰ یعنی یا ایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ-

اِس آیت مین حکم دیا گیا ہی کہ رسول سے جب کسی کو کوئی راز کی بات کہنا ہو تو قبل اسکے کچھ صدقہ دے- اس حکم کے امتثال کی نوبت نہ آئی تھی کہ منسوخ ہوگیا-

(۲) کوئی حکم شرائع سابقہ کا تھا- اور ابتداے اسلام مین مسلمان بھی اُسپر عمل کرتے تھے- وہ حکم منسوخ کردیا گیا جیسے نسخ قبلہ کہ ابتداے اسلام مین مسلمان بھی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے- پھر حکم ہوا کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھین-

(۳) آیت نازل ہوی- اُسکے حکم پر چند روز عمل بھی ہوا بعد اسکے وہ حکم منسوخ ہوگیا- جیسے بوقت موت وصیت کا حکم- کہ آیتِ میراث نے اسکو منسوخ کردیا-

اختلاف اعداد منسوخ

قرآنِ عظیم کی کون کون آیتین ہین جنکا حکم منسوخ کیا گیا-

اِن آیتونکی تعین او رشمار مین بڑا اختلاف ہی- کسی نے ایک آیت کو منسوخ کہا- دوسرے نے اسی آیت کو محکم (یعنی غیر منسوخ) کہا- اِس اختلاف

کا سبب کیا ہی؟ آیندہ جب ہم نسخ کے احکام ذکر کرینگے انشاء اللہ تعالی معلوم ہوجائیگا-

آیات منسوخۃ الحکم کی تعداد مین اس قدر اختلاف ہے کہ بعض نے تو انکا شمار سیکڑون تک پہونچا دیا- مگر علامہ سیوطی اتقان مین لکھتے ہین کہ وہ کل بیس آیتین ہین- چنانچہ اُنھون نے دس شعرون مین ان آیات کو بیان کیا ہی- شروع کے دو شعر یہ ہین- سلہ

قد اکثر الناس فی المنسوخ من عدد
وادخلوا فیہ ایا لیس تنحصر
وہاک تحریر ای لا مزید لہا
عشرین حررہا الحذاق والکبر

مگر شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب فوز الکبیر مین ان کی تعداد بیس سے بھی گھٹا دی

تیسری قسم کی مثال- یہ تیسری قسم وہ ہی کہ شیعہ مولویون نے بحث تحریف مین علمای اہل حق کی گرفت سے مخبوط الحواس ہوکر اسکو تحریف مین شمار کرلیا ہی حالانکہ نہ اُن روایات کے مضمون سے تحریف ثابت ہوسکتی ہی نہ ہمارے علمانے اُن روایات کو تحریف پر محمول کیا ہی- بلکہ برابر تصریح کرتے چلے آئے ہین کہ یہ روایتین منسوخ التلاوۃ والحکم کی مثال ہین- مثلاً بعض روایات مین وارد ہوا ہی کہ سورۂ احزاب مین دو سو آیتین تھین- یا ایک روایت مین ہے کہ ایک سورۃ سورۂ براءۃ کے برابر نازل ہوئی تھی وہ منسوخ ہوگئی- شیعون کے مفسرین نے بھی ان روایات کو ذکر کرکے نسخ تلاوت ہی پر محمول کیا ہی-

چھٹا سوال

یعنے نسخ کا ماننا واجب ہے یا نہین اور اگر کوئی شخص نسخ سے انکار کرجائے تو وہ گنہ گار ہوگا یا نہین؟

اِس امر کے معلوم کرنے کے لیے ضرورت اسکی ہی کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ نسخ کا ثبوت کس قسم کی دلیل سے ہی- اگر کوئی قطعی دلیل ہی تو اسکا ماننا واجب بلکہ فرض ہوگا! اور اگر دلیل ایسی ہے کہ اس سے ظن غالب حاصل ہوتا ہو تو اسکا ماننا واجبات سے ہوگا! اور اگر دلیل ایسی بھی نہو تو واجب بھی نہوگا-

پس واضح رہے کہ نسخ کی تین[۲] قسمین ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا- اِن مین سے تیسری قسم کا ماننا واجب نہین ہے- کیونکہ تیسری قسم کے نسخ کا وجود قرآن مین صرف اخبار احاد سے ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اخبار احاد باب عقائد مین واجب القبول بلکہ

سلہ ترجمہ- لوگون نے منسوخ کا شمار بہت بڑھا دیا ہے اور بہت اس قدر آیتین داخل کی ہین کہ جنکا انحصار نہین ہوسکتا + مگر اب تم اُن آیتون کی تحقیق سنو جسپر زیادتی نہین ہوسکتی + وہ بیس ہین جنکو حاذق اور بڑے بڑے علما نے تحقیق کیا ہے ...

بعض اوقات جائز القبول بھی نہین ہوتین۔

علامہ سیوطی نے اتقان مین لکھا ہے کہ

وحکی القاضی ابوبکر فی الانتصار عن قوم انکار ہذا الضرب لان الاخبار فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع علے انزال قرآن ونسخہ باخبار احاد لاحجۃ فیہا۔

یعنی قاضی ابوبکر نے انتصار مین ایک جماعت سے منسوخ کی اِس قسم کا انکار نقل کیا ہی کیونکہ اسکے متعلق روایتین جس قدر ہین وہ سب خبر احاد ہین اور خبر احاد سے کسی آیت کے نازل ہونے اور اسکے منسوخ ہوجانے کا یقین کرلینا جائز نہین۔ نیز ان روایات کا اکثر حصہ ایسا ہے کہ راوی کے وہم سے خالی نہین۔

مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حدیث اپنی سنائی۔ راوی نے اُسکو قرآن سمجھا یا تفسیری الفاظ بیان فرمائے۔ راوی نے اُسکو جز قرآن سمجھا۔

غرض اس قسم کے بہت وجوہ ہین۔ مگر اس کے ساتھ ہی جو لوگ اس قسم کے منسوخ کو مانتے ہین۔ انکے دلائل بھی بالکل نظر انداز کردینے کے قابل نہین ہین۔

قرآن شریف کی آیت سنقرئک فلا تنسی الا ماشاء اللہ سے اس کا استنباط ہوتا ہی۔ اور نیز قدر مشترک ان روایات کا ضرور مفید ظن غالب ہوتا ہی۔ جیسا کہ ہم بحث سوم مین اسکو بیان کرینگے۔ لہذا محقق یہ ہی کہ اس قدر مان لینا چاہیے کہ ہان کچھ منسوخات اس تیسری قسم کے بھی ہوے۔ مگر اُن کی تعیین البتہ محلِ نظر ہی۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ یہ تشقیق صرف اس تیسری قسم کے وقوع مین ہی۔ ورنہ اس کا امکان اور جواز تو ہرگز محل نظر نہین۔

دوسری قسم نسخ کی البتہ مہتم بالشان ہے اور جو کچھ گفتگو ہے اسی مین ہے۔ اور جس قدر تصانیف متعلق نسخ کے ہوئی ہین وہ سب اسی دوسری قسم کے بیان مین ہین۔ مگر یہ سب تحقیقات واختلافات ان آیات منسوخہ کی تعیین وتعدید مین ہین۔ ورنہ اس دوسری قسم کا وجود مطلق ہرگز قابل انکار نہین۔ نیز بعض بعض آیتون کی تعیین محل نظر نہین ہے۔

پہلی قسم کا وہی حال ہے جو تیسری قسم کا ہی کیونکہ وہ دونون قرآن کریم مین مکتوب نہونے کی وجہ سے ایک رتبہ مین ہین۔ واللہ اعلم

رسالۂ اصلاح کا جواب

(اور)

جمیع علمای شیعہ کو اعلان

اصلاح نمبر ۱ جلد ۱۴ بابت ماہ شوال ۱۳۲۵ھ میں کئی ماہ کے غور و فکر کے بعد میری اُس گرفت کا جواب دیا ہی جو متواتر کئی پرچون مین مین نے کی تھی۔

ایڈیٹران الشمس نے مجھپر یہ بہتان باندھا تھا کہ مین نے اس امر کا اعتراف کیا ہی کہ روایاتِ اہل سنت سے تحریف قرآن ثابت ہے۔

اِس صریح بہتان کا جواب ایڈیٹر اصلاح کے پاس سوا اسکے کیا تھا کہ یا تو خاموشی مین اسکو ٹالدے۔ یا اپنی افترا پردازی کا اعتراف کرے۔ مگر النجم کی آخری گرفت کے الفاظ نے اُسکو خاموش نہ رہنے دیا اور صاف صاف اعتراف اپنی افترا پردازی کا کرلینا بھی اُسکو دشوار معلوم ہوا۔ لہٰذا اُسنے بخیال خود اپنی اور اپنے اسلاف کی عادت کے موافق چاہا کہ زمین آسمان کے قلابے ملا کر جواب کے نام سے کچھ کچھ لکھ ڈالے مگر قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھیے کہ ایسا مضمون اُسکے قلم سے نکل گیا جو افترا پردازی کے اعتراف سے بدرجہا بڑھا ہوا ہی

اب اس مضمون کے دیکھنے کے بعد ہر شخص کو یقین کامل ہوجائیگا کہ اہل سنت کے مقابلہ مین علمائے شیعہ کے لیے کذب و بہتان ہی ایک سپر ہے اور بس۔

کذب دوم - جھوٹھ کی تاثیر ہے کہ لاکھ سچ بناؤ۔ جھوٹھ کھلتا ہی جائیگا۔ اسی لیے شیعون کا اصول مقررہ ہے۔ کہ مخالفین کے مقابلہ مین سب سے پہلے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہتے ہین کہ کسی ایماندار پر تو اثر ہوگا۔ الشمس جلد ۶ کے حصہ حد السارق صفحہ ۶۴۸ مین لکھا گیا تھا "جنے اسقدر تفصیل بالاجمال اسلیے کیا کہ ہمارے مخاطب اسکے تو قائل ہین کہ روایات اہلسنت سے تحریف ثابت ہے مگر علمای اہلسنت اُسکے قائل نہین ہین بخلاف شیعہ کہ ان کے علما بھی تحریف کے قائل ہین۔ لہذا اصل عبارات شارح مرحوم کو لکھدیا تاکہ معلوم ہوجائے وہ علمای شیعہ سے ہین اور قائل تحریف ہین یا نہین تاکہ تصدیق او تکذیب مخاطب فہام نمایان ہو"

اس حیلہ نے مردہ بیجان مین اُس شیطانی روح کا حلول کرایا جس سے تین نمبر مین ایک ہی آواز نکالی۔ مورخہ ۲۱ رجب مین لکھتا ہی "اس کذب صریح اور دروغ فصیح کی کچھ حد بھی ہے؟ ایڈیٹر الشمس بتائین تو سہی کہ مین نے کہان لکھا ہی کہ روایات اہلسنت سے تحریف ثابت ہے"

پھر ۱۲ شعبان کے پرچہ مین لکھتے ہین "رسالہ الشمس کے عالی دماغ ایڈیٹر صاحبان نے اسی حدیث پر عمل کرکے خاص مجھپر افترا کیا کہ معاذ اللہ مین نے ایسا لکھا ہی کہ اہلسنت کے یہان تحریف قرآن کی روایتین موجود ہین اسکی بابت اُن سے مواخذہ بھی کیا گیا مگر آجتک اُنھین جواب دینا نصیب نہین ہوا"

پھر ۲۸ شعبان مین لکھتے ہین "جناب فخر الحکماء دام ظلہ اب بھی خیریت ہے آئندہ پرچہ اصلاح مین میری وہ عبارت بحوالہ کتاب و صفحہ و سطر نقل کیجیے

جس مین مین نے بقول آپ کے اہل سنت کے یہان روایات تحریف کے وارد ہونے کا اعتراف کیا ہی" صفحہ ۱ نمبر ۲۹ جلد ۷۔

اس تقریر کے جواب مین پہلے تو آپ اپنا اخبار نمبر ۲۳ جلد ۲۔ مورخہ ۲۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۴ھ ملاحظہ فرمائیے جسمین بجواب اثنا عشری آپ لکھتے ہین (۱) جو روایتین بحوالہ کتب اہلسنت ایڈیٹر صاحب اثنا عشری نے نقل کیے ہین سب استقصاء الافحام کے جواب مین آچکی ہین" (اس جملہ سے وجود روایات کتب اہل سنت مین ثابت ہوا) (۲) اول تو وہ روایتین تحریف پر اصلا دلالت نہین کرتین بلکہ نسخ آیات پر دلالت کرتی ہین (۳) ان روایتو مین غیر معصومین کے اقوال ہین پس وہ کیونکر حجت ہوسکتے ہین چاہیے تھا جس طرح ہمنے شیعون کے ائمہ معصومین کے اقوال نقل کیے تھے اسی طرح وہ بھی ہمارے نبی معصوم کے اقوال نقل کرتے" (۴) وہ روایتین باستثنای شاذ و نادر کے ان ادنی طبقے کی کتابون سے منقول ہین جسمین صحیح و سقیم ہر قسم کی روایتین لکھی ہوئی ہین (۵) ان روایتون کی سندین ایسی نہین ہین جن سے صحت کا ظن غالب ہوسکے (۶) ہمارے بعض محدثین نے ان حدیثون کی صحت کا انکار کر دیا ہی"

کیا اس تحریر کو دیکھکر اب بھی کسیکو اسمین شبہہ رہ سکتا ہی کہ اہل سنت کے یہان اتنی حدیثین ہین کہ انکا احصا دشوار ہی۔ کیون صاحب اگر وہ روایتین تحریف پر دلالت نہین کرتین تو پھر یہ جواب کیون دیا کہ ان روایتون مین غیر معصومین کے اقوال ہین۔ کیونکہ مطابق مذہب اہل سنت معصوم تو بجز ائمۂ اطہار کوئی نہین۔ یہان تک کہ رسول اللہ سب سے زیادہ غیر معصوم ہین کیون صاحب خدا کا وجود۔ رسول کا دعوی رسالت۔ قرآن کا نزول تو آپ کو صحابہ کے یہان سے معلوم ہوا اور تحریف کے لیے احادیث رسول اللہ کی ضرورت ہی حالانکہ الشمس مین قرآن و حدیث سب سے وقوع تحریف مطابق قواعد اہل سنت ثابت ہوچکا ہے۔

پھر لکھتے ہین۔ "سلف سے آج تک ہمارے یہان کوئی شخص عالم سے لے کر جاہل تک تحریف قرآن کا اعتقاد نہین رکھتا قرآن موجودہ کو من جمیع الوجوہ کامل و مکمل جانتا ہی اور اسمین کسی نقصان لگانیوالے کو ہم لوگ بے دین اور بے ایمان سمجھتے ہین یہی ایک بہت بڑی بات ہے روایتین اگر ہزار بھی ہون۔ اور صحت کے بھی اعلی درجہ مین پہنچ جائین اور بالفرض (معاذ اللہ منہ) تحریف پر دلالت بھی کرین مگر جب سلف سے آج تک کسی نے انپر عمل نہین کیا تو وہ کیا کام دسکتی ہین ہمارا اعتراض تو شیعونپر صرف روایت لکھدینے کی بناپر نہین ہی بلکہ انکے موافق اعتقاد رکھنے کی بناپر ہے" اب ہم ایڈیٹر اہلحدیث نومسلم موتیہاری۔ مبارک پوری پنڈت جگت پرشاد کو جو ایڈیٹر النجم کے ایسے ایماندار ہین اور جناب مولوی عین القضاۃ صاحب کو حکم قرار دیتے ہین کہ خدا و رسول کو حاضر و ناظر جانکر فرمائین کہ ہمنے جو لکھا تھا "ہمارے مخاطب اسکے تو قائل ہین کہ روایات اہل سنت سے تحریف ثابت ہے مگر علماے اہل سنت اسکے قائل نہین" کہان تک غلط ہی۔ جسپر مخاطب نے کذب صریح و دروغ فصیح کا خطاب دیا حالانکہ خود فرماتے ہین "روایتین اگر ہزار بھی ہون اور صحت کے بھی اعلے درجہ پر پہنچ جائین" پھر فرماتے ہین ہمارا اعتراض تو شیعون پر صرف روایت لکھدینے کی بناپر نہین ہے بلکہ انکے موافق اعتقاد رکھنے کی بناپر بھی ہے" جس سے معلوم ہوا کہ ایڈیٹر صاحب کے نزدیک شیعہ سنی مین صرف اسی قدر فرق ہے کہ شیعہ روایات کے موافق اعتقاد بھی رکھتے ہین اور اہل سنت مین اگرچہ ہزارون صحیح روایتین ہین مگر اعتقاد نہین رکھتے۔

ایڈیٹر صاحب نے بھی پوری عبارت جو یہان بجواب اثنا عشری لکھا ہی اپنے اخبار مورخہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ جلد ۴ مین لکھا ہی "پھر آپ اپنی تقریر مناظرہ شیعہ و سنی صفحہ ۳۵ مین دیکھیے" روایت اور چیز ہے اور عقیدہ اور چیز بہت سی روایتین اعلی پیمانہ کی صحت پر ہوتی ہین مگر عقیدہ اسکے مطابق نہین ہوتا" تو کیا ان تحریرون کو دیکھکر بھی کوئی شخص آپ کی کذابیت مین شک کر سکتا ہے۔

وہان تو اس طرح سب باتون کا اقرار کرائے انھین باتون سے جب الشمس نے یہ نتیجہ نکالا " مخاطب اسکے تو قائل ہین کہ روایات اہل سنت سے تحریف ثابت ہے مگر علماے اہل سنت اس کے قائل نہین " تو فریاد شروع کی۔ چونکہ آپ نے اپنا انکار اپنے مقولہ سے تین بار شائع کیا ہے اور نہایت مستعدی دکھا رہے ہین لہذا ہم امید کرتے ہین کہ بہت جلد ان پانچ ایماندار حکمون کا فیصلہ آپ شائع کرین گے۔

اڈیٹر صاحب ہم جانتے ہین کہ آپ زندہ رہ کر عذاب آلہی کا مزا چکھیے کہ کس طرح خود آپ کی قوم ہر طرف سے نفرین کر رہی ہے

جواب از مدیر النجم

اصلاح کے اس جواب کو نیز اُسکی تحریرات سابقہ کو دیکھکر قرآن شریف کی اس آیت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور جو واقعہ اس آیت مین مذکور ہے پیش نظر ہو جاتا ہے

قولہ تعالی۔ وقال الذین کفروا لاتسمعوا لهذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون۔ ترجمہ۔ کافرون نے (آپس مین) کہا کہ اِس قرآن کو نہ سنو اور اُس (کی تلاوت کے وقت) مین بیہودہ بکنا شروع کر دو تاکہ تم غالب آجاؤ۔

بالکل یہی حالت اصلاح وغیرہ رسائل شیعہ کی ہے غضب خدا کا خود اپنی اس تحریر مین میرا یہ قول نقل کر رہے ہین " کہ اول تو وہ روایتین تحریف پر اصلا دلالت نہین کرتین " اور باوجود ایسے صاف وصریح قول کے میری طرف روایات اہل سنت کے دال علی التحریف ہونیکا قول منسوب کرتے ہین۔ یہ بیہودہ گوئی اور آنکھون مین خاک جھونکنا نہین تو اور کیا ہے۔ بھلا ایسے خرافات کا جواب کیا دیا جائے۔ اور جواب دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میرے خیال مین تو یہ تحریر خود ہی اپنے کاتب کی بیہودہ گوئی پر شاہد عادل ہے۔

اسی بیہودہ گوئی کی وجہ سے بارہا علمای شیعہ سے کہا گیا کہ آؤ بالمشافہہ مناظرہ کر لو۔ مگر چونکہ وہ جانتے ہین کہ بالمشافہہ مناظرہ مین دن کو رات آسمان کو زمین کہنے کا موقع نہ ملے گا۔ اس لیے اس سے کوسون بھاگتے ہین۔ اور طرح طرح کے بہانے نکالتے ہین۔ کبھی عدم قابلیت مخاطب۔ کبھی کچھ کبھی کچھ ع

حیلہ جو را بہانہ بسیار۔

لہذا دل چاہتا ہے کہ شیعون کے دماغ سے غائبانہ تحریری مناظرہ کی ہوس بھی نکالدی جائے۔ چنانچہ بعونہ تعالی اسوقت

جمیع علمای شیعہ کو اعلان

دیا جاتا ہے۔ کہ اگر آپ لوگ اپنے مذہب کی حقیت کا ذرہ برابر بھی وہم رکھتے ہون۔ تو مستعد ہو جائیے اور آپ سب متفق ہو کر اپنی مجتمعہ قوت کے ساتھ النجم کے مقابلہ مین آئیے۔ اور قدرت خداوندی کا نمونہ دیکھ لیجے۔ دیکھیے آپ کی انکار بدیہیات کی مشق اور

لغوگوئی کو غلبہ حاصل ہوتا ہی - یا دین حق غالب آتا ہی - یہ
بھی میری طرف سے آپ کو اختیار ہی کہ آپ اپنے مذہب
کے مخصوصات مین جس مسائلہ کو سب سے زیادہ
زوردار سمجھتے ہون - اُسی پر بحث کر لیجیے ! مگر اس بحث
کے انطباع کے لیے اپنے مذہب کے کسی رسالہ اصلاح
یا شیعہ - یا اثنا عشری وغیرہ کو منتخب کیجیے -

یہ بحث بتمامہ آپکے منتخب کردہ رسالہ مین بھی چھپے
اور النجم مین بھی -

دیکھین - اب آپ لوگ کیا بہانہ نکالتے ہین -
اب تو آپ کو زمین آسمان کے قلابے ملانے کا بھی موقع
حاصل ہے -

مرزا صاحب قادیانی کے پیرو

مولوی کبیر الدین صاحب نے النجم کے اُس مضمون
کا جواب بھیجا ہی جو گذشتہ نمبر مین شائع ہوا تھا - مگر مین افسوس
کے ساتھ ظاہر کرتا ہون کہ اسمین سوا دو ایک خلاف تہذیب اور
دل آزار کلمات کے اور کچھ بھی نہین ہی - نہ کوئی وجہ بیان کی
کہ آخر ایڈیٹر صاحب بدر کیون اس بحث کے چھاپنے سے
انکار فرماتے ہین - نہ اسکا اطمینان دلایا کہ بحث شروع ہو جانے
کے بعد قبل از تکمیل حضرت خلیفہ صاحب بحث کے بند کرنے کا
حکم نہ فرمائنگے یا - کہ انکا حکم موثر نہ ہوگا - المختصر وہ تحریر بالکل
خارج از بحث ہی تاہم مین اُسکو درج کردیتا - لیکن اس وقت
ایک ضروری گزارش نے اُسکی جگہ لیلی - آیندہ انشاءاللہ دیکھا جائیگا

وہ ضروری گذارش یہ ہے

کہ اڈیٹر صاحب بدر نے اس بحث کے نہ چھاپنے کی دو وجہ
ذکر فرمائی ہین - (اول) ناظرین بدر اس قسم کی بحثین بہت دیکھ
چکے ہین " اس وجہ کو تو مین نہین مان سکتا - بالکل ایک غیر معقول
بات ہی - جسکو عذر بارد کے سوا کوئی لقب نہین دیا جا سکتا -
وجہ دوم یہ ہے کہ بدر مین گنجایش نہین " یہ وجہ دوم بھی گو
قابل التفات نہ تھی - لیکن اتماماً للحجۃ عرض کیا جاتا ہے کہ ایڈیٹر
صاحب اس بحث کے لیے دو صفحے یا چار صفحے اپنے گرامی قدر
اخبار مین بڑھا دین -
ان صفحات مزیدہ کے کاغذ - لکھائی - چھپائی کے جمیع مصارف
اس ناچیز کے ذمہ - انشاءاللہ دفتر بدر کا بھیجا ہوا حساب بغیر کسی
قسم کی رد و بدل کے ہفتہ وار یا ماہوار جس طرح وہ چاہین گے ادا
کر دیا جایا کریگا - بلکہ یہان تک منظور ہی کہ وہ ہر پرچہ میرے نام اس
رقم پر جو ان صفحات مزیدہ مین خرچ ہوئی ہو ویلو بھیجدیا کرین - اب
مین امید کرتا ہون کہ کوئی عذر ایڈیٹر صاحب بدر کا باقی نہین رہا
اور آیندہ اشاعت سے اس بحث کا سلسلہ شروع ہو جائے گا
مجھے مولوی کبیر الدین صاحب کی خصوصیت بھی مدنظر نہین
بلکہ کسے باشد - ایڈیٹر صاحب بدر یا حضرت خلیفہ صاحب جسکو اس
ناچیز کا مخاطب بنانا پسند کرین - مجھے کچھ عذر نہین - مجھے مقصود اظہار
حق اور ابطال باطل ہی اور بس - وکفی باللہ شہیداً
ہان آخر مین یہ بھی عرض ہے کہ میری بحث کے دو جز ہین اول
مرزا صاحب کا اپنی نسبت کیا دعویٰ تھا؟ دوم اُن دعوون پر
انھون نے کیا دلائل پیش کیے؟ اِن دونون جزون پر علی الترتیب
و التفصیل بحث ہونی چاہیے دونون کا باہم مخلوط کرنا زیبا نہین
اصول مناظرہ کی پوری پابندی ہو - اصول مناظرہ سے
مراد وہی قواعد ہین جو رشیدیہ و آداب باقیہ مین
مذکور ہین فقط

راقم مدیر النجم

بقیہ مضمون متعلق عقد ام کلثوم

سلسلہ کے لیے دیکھئے النجم ۲۱ محرم صفحہ ۳۴

لاکھون مسلمانون مین قتل برپا کیا - اور خلافت کے پیچھے مدت اقامت بکوفہ کارزار کا میدان گرم رکھا - مگر حضرت رسول کی حق تلفی کا انکو مطلق خیال ہی نہوا - اور چار ہزار دینار طلائے کر جھٹ پٹ نکاح پڑھا ہی دیا - اور پھر ایک ایسے شخص سے جو (معاذ اللہ خاک بدہن قائلش) کافر و مشرک ہی - حالانکہ خدا قرآن مجید مین اسکی صریح ممانعت فرماتا ہی - تو اس جگہ بجاے اسکے کہ حضرت عمر رض پر کوئی عیب آئے آپکے قول کے مطابق حضرت علی پر یہ قباحتین وارد ہونگی (۱) کافر و مشرک کو اپنی صاحبزادی دینا (۲) رسول اللہ کی حق تلفی (۳) دنیا کی طمع مین دین کا خیال نکرنا (۴) ذاتی نقصان کو رسول اللہ کے نقصان پر مقدم کرنا (۵) جبن کرنا (۶) مداہنت - اب ضرور سمجھگئے ہونگے کہ ثبوت نکاح جو ایک متواتر اور متفق علیہ امر ہی اگر حق تلفی کا باعث حضرت عمر کو ٹھہرایا جائیگا تو پہلے حضرت علی اسکے مورد خاص قرار پائین گے اور اسی نکاح پر حضرت عمر کے کفر کے مدعی خود اپنے کفر کے مثبت ہو نگے

قولہ ابو بکر کی چار سالہ لڑکی پر نظر ڈالی اور اپنے گھر مین ڈالنا چاہا مگر ابو بکر کی بیٹی ایسے دل گردہ کی تھی کہ تھی تو چار برس کی مگر اسنے نہایت جرأت و استقلال سے انکار کیا جس سے آپ کو اسکا بھی پتہ چلیگا کہ عائشہ مین وہ اخلاقی جرأت کیون نہوئی - کیونکہ انکی ولادت اُسوقت ہوئی تھی جبکہ ابو بکر کا پیشہ بزازی تھا اور جلاہون کی بزدلی سبکو معلوم ہی بخلاف ام کلثوم کے جبکی ولادت زور خلافت کے ختم پر ہوئی تھی

اس جگہ اڈیٹر اصلاح نے عجیب غضب ڈھایا ہی کہ بنت ابی بکر کو اپنی تمام تقیہ باز اماموں سے ممتاز ٹھہرایا کیون نہ ہو؟ آخر صدیق ہی کی لڑکی تو تھین - جرأت و استقلال تو انکی گھٹی مین پڑا تھا - بخلاف اُن حضرات کے کہ فرج غصب ہوگئی اور پیشانی پر شکن نہ آئی - شاباش

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد -

اسکے ساتھ یہ بھی ثابت کیا ہی کہ جو ائمہ تقیہ کرتے تھے اُن کی نسل جلاہون یا اسی طرح کے غلامون کی تھی (معاذ اللہ) رہا پیشہ بزازی - تو اسکو جلاہون سے نسبت دینا سوا جلاہے کے اور کوئی نہین کر سکتا - اڈیٹر اصلاح کو بزاز تک کے معنی نہ آئے جو انکو جلاہا بنانا چاہا - اجی جناب حضرت ابو بکر کے خاندان بھر سے پیشہ جلاہان ثابت نہین کر سکتے - چہ جائیکہ خود اُنسے؟ اگر ایمان کا دعوی ہے تو اس طعنہ کا ثبوت دیجیے - ہان چکی پیسنا بھی بہت ہی اعلی پیمانے سے ثابت ہی - شاید ابو بکر نے چکی بھی پیسی ہوگی بزار ہونا بڑے نصیبے والون کا کام ہی - مگر گھانس بیچنا چرس کھیچنا کسکا کام ہی؟ گھانس بیچنے سے تو بزازی بدرجہا بہتر ہی - حقیقت یہ ہی کہ حلال پیشہ باعث عار نہین

مگر جو کسی دوسرے پر عیب لگانا چاہتا ہے وہ عیب خود اوپر عائد ہو جاتا ہے۔ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے۔

قولہ الحمد للہ کہ آپنے نہایت کشادہ پیشانی سے اپنی جہالت کا اقرار کیا جسکو اس حدیث نے ایسا ثابت کر دیا کہ درجہ جہل مرکب بدالدہر بماندہ کی تصدیق ہوئی۔ کیونکہ جب روایات فریقین سے ام کلثوم بنت ابوبکر کا مخطوبہ عمر ہونا ثابت ہو چکا تو پھر حدیث کافی کے کس لفظ سے آپ یہ ثابت کر سکتے ہین کہ یہ واقعہ ام کلثوم بنت جناب امیر کا ہے کیونکہ حدیث مین صرف ذی زوجہ ام کلثوم ہے نہ بنت علی نہ بنت فاطمہ۔ تو چونکہ شہرت واقعہ ام کلثوم بنت ابی بکر قرینہ قوی موجود ہے لہذا وہی متعین ہوئین "

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اوصاف جو حضرت علی نے شیعون کو دیے ہین سچی تصدیق ہے "یا اشباہ الرجال ولا رجال حلوم الاطفال وعقول ربات الحجال"

(بچون کی عقل والے پردہ نشینون کی سمجھ والے)

اسکو جہالت سے بھی ایک درجہ علی سمجھنا چاہیے اہل حق کو معلوم ہو گیا کہ دعوائے مذکور کیلیے ایک ثبوت بھی نہ پیش کر سکے۔ اولاً آپ کو اصل بحث حدیث کافی کے متعلق اپنے مذہبی کتب سے استدلال کرنا چاہیے تھا اور یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ حدیث بنت ابی بکر کی بابت ہے! مگر افسوس کہ آپ نے بجاے اسکے اہلسنت کی اُن کتب سے استدلال کرنا چاہا جو آپکے صریح مقابل ہین اور وہ خود اس نکاح کا اقرار کر رہی ہین۔ دوم آپکا یہ دعوی کہ حدیث کافی سے ام کلثوم بنت علی مراد نہین ہے جمہور شیعہ کے بلکہ جمہور عقلا کے نزدیک غلط اور باطل ہے اور ائمہ شیعہ کو بھی اس قول سے غلطی پر ماننا پڑیگا جنھون نے اعتراف کیا ہے اور یہ بھی بتلا چکے ہین کہ حضرت عمر کا ایک لڑکا بھی ام کلثوم بنت علی سے تھا۔ کما فی التہذیب ثالثاً۔ آپکا یہ کہنا کہ حدیث مین صرف ام کلثوم ہے اسلیے وہ مؤید دعوی نہین۔ صریح حدیث کافی کا نہ دیکھنا ہے اسلیے کہ اول حدیث مین خود اہلبیت سے ہونا ثابت ہے دیگر یہ کہ اس معاملہ مین اگر بنت ابی بکر ہون تو علی کو کیا واسطہ ہے۔ کہ وہ انکار کرین۔ عذر کرین۔ اور عباس کو وکیل بھی بنا دین۔ حالانکہ رسول اللہ کی لڑکی پر دروازہ دھکیل دینا اور آگ لگانے کا قصہ جو حضرات شیعہ نے گڑھا ہے اُسکو اسقدر بھول گئے کہ اُسوقت اُسکا خیال بھی نہ آیا اور زبان سے منع بھی نہ کر سکے۔ یہی حیاداری کا کام ہے کہ غیرون کی عزت اور بھلائی کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر گیری نہ کرنا۔

اور اس قصہ سے اگر بنت سیدہ نہون تو لازم آتا ہے کہ حضرت علی کو حضرت ابوبکر سے بہت دلی خلوص محبت تھی۔ اور وہ واقعی تھی۔ یہان تک کہ لوگ شادی غیرہ

کی بابت بھی انھین سے درخواست کرتے اور یہی جواب دیتے گویا کہ یہ ولی اور وکیل ابوبکر تھے۔ ورنہ اسکی اور صورت کیا ہی اسلیے کہ اگر یہ ولی نہون تو ان سے استدعا کرنیکے کیا معنی (۲) اور انکا عذر پیش کرنا کس وجہ سے ہوگا۔ (۳) اور حضرت عباس سے کہنا کیا فائدہ مند ہوگا (۴) حضرت عباس کا حضرت علی سے نصیحت کے طور پر کہنا پھر اپنے لیے ولایت مانگنا۔ (۵) حضرت علی کا انکو ولی اور وکیل بنانا اور نکاح کرادینا۔ یہ سب ایسی باتین ہین جو صاف بتلا رہی ہین کہ یہ واقعہ ام کلثوم بنت فاطمہ کا ہی اور کسی سے اسکو کچھ واسطہ نہین۔ ورنہ اِن باتون کی کیا ضرورت تھی؟ رابعاً آپکا یہ کہنا کہ چونکہ شہرت واقعہ ام کلثوم بنت ابی بکر قرینۂ قوی ہی لہذا وہی متعین ہوئین۔ ایک ایسا تلبیس آمیز جملہ ہی جسکی تصدیق آپ کو خود ہی حاصل نہین ہی اور رائی قیام الساعۃ تک آپ ثابت نہین کرسکتے۔ سچ ہی۔ لاتبطلون الباطل کابطال الحق۔ آپکا شہرت کا دعوی محض زبانی جمع خرچ ہی ورنہ فی الحقیقت بنت سیدہ کی خبر متواتر ہی اور اسکا منکر بدیہیات کا منکر ہی۔ لطف یہ ہی کہ بچہ پیدا ہوچکا۔ مگر اقرار نکاح کرتے شرم آتی ہی۔ اللہ ری ہٹ۔ اگر بالفرض ہم شہرت قصہ بنت ابی بکر تسلیم کرلین تب بھی یہ لازم نہین آتا کہ حدیث کافی جو صریح اہل بیت سے ہونیکی گواہ ہی وہ اس قصہ کی خبر ہو (اور دونون) ایک ہی واقعہ ہون۔ بلکہ ایک مین نکاح ہی نہین ہوا اور دوسری مین نکاح و اولاد سب ہوے۔ پھر دونون مین کونسا تناقض ہی۔

قولہ اب اندرونی شہادتین اس حدیث کی ملاحظہ ہون کہ اسی حدیث مین ہی قال امیر المومنین انہا صبیۃ۔ کہ جناب امیر نے فرمایا کہ وہ صبیہ ہی۔ اب اسکو دیکھیے کہ یہ صفت بنت ابی بکر پر منطبق ہوتی ہی یا بنت امیر المومنین پر کیونکہ حضرت ام کلثوم بنت جناب امیر کی ولادت یقیناً عہد رسول مین ہوئی تھی جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا اور یہ عقد یا خطبہ ۱۷ھ مین بیان کیا جاتا ہی جیسا کہ اسعاف الراغبین مین ہی وکان ذلک فی سنۃ سبعۃ عشر من الہجرۃ تو کم سے کم سن جناب ام کلثوم کا ۱۷ھ مین نو برس کا ہوتا ہی۔

اڈیٹر صاحب کو جب ظاہری شہادتین نہ مل سکین تو اندرونی (تقیہ کی) شہادتین لانا شروع کردین۔ ہان آپنے حساب عجب طرح سے کیا ہی۔ اگر ہم مان لین کہ ام کلثوم بنت فاطمہ قبل وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوین تو بھی نو سال ہونیکی کوئی دلیل نہین بلکہ ۱۷ھ سات سال بھی ہوسکتی ہی۔ شاید آپنے دو سال رضاع کے شمار کیے ہونگے۔ ولکن لاانتہا لہ (یہ نیا ہی) نیز صفحہ ۱۳ پر بھی آپنے اس قول کا صریح خلاف کیا ہی اور لکھا ہی کہ ام کلثوم کا سن کم سے کم بارہ برس ہوتا ہی۔ کیا یہ صاف تناقض نہین ہی؟ یہ آپ کے دونون حساب ازروے تاریخ شیعہ

باطل ہوتے ہین - ملا باقر مجلسی نے چار سال لکھے ہین - یہ
حساب آپنے کہان سن پایا - شاید مجرد تخمینہ ہی جو قابل سماعت
نہین - اگر نوسال یا بارہ سال جیسا کہ آپ کہہ رہے ہین
ہم تسلیم کرلین تب بھی صبیہ کا اطلاق کیون نہین ہوسکتا
آپ کسی جفر جامع سے سند لاتے تو معلوم ہوجاتا - مگر آپنے
حسب عادت محض بے دلیل بات کہدی - کیا آپ نہین
جانتے کہ اگر شادی نہ کرنا منظور ہوتا ہی تو کسی طرح کا بہانہ
کیا جاتا ہی جو فی الحقیقت صحیح بھی ہی - ہم نہایت افسوس
سے کہتے ہین کہ ایڈیٹر اصلاح نے جو شہادت اندرونی
(تقیہ بازی) ظاہر کی ہی وہ صریحاً انھین پر معکوس ہوگئی بلکہ
ظاہری اور صاف ہوکر جیسا کہ حضرت علی نے امیر معاویہ
کی بابت کہا ہی - والظاہر ان دیننا واحد و نبینا واحد و
لا نستزید ہم فی الاسلام (یعنی ظاہر ہی کہ ہمارا دین ایک
ہی اور نبی ایک ہی اور ہم انکے اسلام مین کسی طرح کا
نقصان نہین پاتے) اس اندرونی شہادت کا علماء شیعہ
نے خود ذکر کیا ہی - جیسا کہ ملا باقر نے لکھا ہی - نیز خود ایڈیٹر
صاحب کے کلام مین تناقض ہی - کبھی بارہ کہتے ہین
کبھی نو - وذلک صریح البطلان - اور نوسال کی لڑکی
صبیہ کیون ہی - اسکی دلیل کچھ بھی نہ دی - اگر بالفرض
بالغہ ہو تب بھی مان باپ صبیہ نہین کہہ سکتے - اسکی تفصیل
کرنی ضروری تھی اور جملہ گذشتہ اعتراضات پھر بھی باقی ہین -

قولہ عرب کی لڑکی نو برس مین عام طور سے بالغ ہوجاتی
ہین - پھر انپر صبیہ کا اطلاق کرنا اور حضرت علی کا عذر کرنا
کیونکر صحیح ہوسکتا ہی - کیونکہ یہ عذر حدیث روایات کافی
ہی مین نہین ہی بلکہ صدہا روایات اہلسنت مین اسکی
تصریح موجود ہی کہ ام کلثوم اسوقت چہار سالہ تھین مختصراً

آپ نے اب تک دعوے کیلیے دلیل کا ہونا
کوئی ضروری امر نہ سمجھا - ہر بات کو جیسا جی مین آیا
لکھ ڈالا - پہلے دلیل دیکر ثابت کرنا چاہیے - اس عذر کا
جواب ہمنے دے دیا - اور یہ بتلا دیا کہ ایسا عذر نہین ہوتا
آدمی جب نکاح مین نہ دینے کا ارادہ کرتا ہی تو ایسے بیسیون
بہانے کرتا ہی - اور شیعہ کے یہان تو تقیہ کے جواز بلکہ وجوب
مین بھی شبہہ نہین - پھر صبیہ کا لفظ تقیہ کیون نہو - اگرچہ
مورخین بنت سیدہ کو چہار سالہ لکھتے ہین - مگر ہمارے
نوسالہ ماننے مین بھی کچھ نقصان نہین ہی - آپنے ان صدہا
کتب اہلسنت سے دو چار کی عبارت نقل کی ہوتی تو معلوم
ہوجاتا کہ وہ بنت سیدہ تھین یا بنت ابی بکر - مگر افسوس
کہ آپ ایک کتاب کی بھی سند نہ دے سکے اور پہلے جو
ثبوت برائے نام پیش بھی کیے وہ آپ کے مدعا کے
صریح مخالف ہین -

قولہ ام کلثوم بنت سیدہ نے اپنی والدہ سے سماع کیا
اور فدک کی بابت گواہی مین انکا نام بھی لکھا گیا تھا اور

اصول محدثین کے مطابق سماع کا سن کم سے کم پانچ سال
ہونا چاہیئے۔ تو سنہ ۱۱ھ مین ام کلثوم کا سن پانچ سال کا ہونا
ضروری ہی۔ تو سنہ ۱۷ھ مین بارہ برس کی ہوئین "

اس جگہ اڈیٹر صاحب نے دعوے کیے ہین جنپر
ایک تفریع کی ہی۔ پہلا دعوی یہ ہی کہ ام کلثوم نے اپنی
والدہ جناب فاطمۃ الزہراء علیہا السلام سے تحمل کیا ہی
اور سماع حاصل کیا ہی۔ مگر اسکے لیے کوئی صحیح اور صاف
دلیل نہین پیش کیگئی۔ ایک روایت جسے مجہول کہا جاتا
ہے پیش کی۔ وہ بھی معتمد کتب سے ماخوذ نہین بلکہ ایک
بے سند کتاب سے۔ جسمین لفظ عن سے روایت ہی جو
اصول محدثین پر محتمل سماع و عدم سماع ہی اور اس سے
ثبوت کسی طرح کا نہین ہو سکتا۔ دیگر یہ کہ یہان حدیث
کافی سے بحث تھی۔ آپ اپنے اہل مذہب کی نقل صریح
لاتے۔ اور اگر کچھ احتجاج تھا پیش کر کے مدلل کرتے۔ مگر
اِدھر اُدھر ہاتھ پھیلانے سے کیا نتیجہ ہی۔ دوسرا دعوی
آپکا یہ ہی کہ ام کلثوم بنت جناب سیدہ کو فدک کے واقعہ
مین شاہدون مین شمار کیا گیا ہی۔ مگر تعجب خیز امر یہ ہی
کہ آپنے یہ خانہ ساز افتراء بغیر ثبوت کے پیش کر دیا۔ برائے
نام بھی ثبوت نہ لکھا۔ اور کبھی اس دعوے کا ثبوت آپ
سے نہ ہو سکتا۔ آپ (آیت پڑھکر) بتلائیے کہ یہ دعوے
کس صحیفہ سے اخذ کیا ہی۔ ممکن ہی کسی تقیہ باز امام نے
راستہ مین ملاقات کر کے تبلایا ہو۔ ورنہ آپ اس بات کو
اپنے مذہب سے بھی ثابت نہین کر سکتے۔ نیز اگر سنہ ۱۱ھ
مین پانچ سال ہون تو سنہ ۱۷ھ مین بارہ سال کس طرح
سے ممکن ہین۔ کیا یہ بھی حدیث کافی ہی جسے عوام نہین
جانتے کہ پانچ اور چھ گیارہ ہوتے ہین نہ کہ بارہ۔ یہ
آپ کی لیاقت ہی۔ اگر کسی طفل مکتب سے دریافت
کر کے لکھتے تو اسقدر فاحش غلطی نہ کرتے۔ کیا آپ کی
گذشتہ اور آیندہ تمام غلطیان اس سے کم ہین؟ ہرگز
نہین۔ مگر عوام پر مخفی رہتی ہین۔ پس واضح ہو گیا کہ
آپ کے دونون دعوے باطل ہین۔ جنپر آپ نے
تفریع کی تھی۔ پھر آپ کا تخمینۂ عمر بھی محض خیالی پلاؤ ہے

قولہ تو پھر یہ حدیث کافی یا صدہا روایتین اہل سنت کی جنمین
ان کی تصریح ہی کہ چار پانچ برس کا سن تھا کیونکر صحیح ہو سکتی ہین

حدیث کافی مین چار پانچ برس کا لفظ نہین ہی۔ اسکی
تصریح ہی ہی۔ البتہ جس کتاب مین چار پانچ برس کا ذکر ہی
وہان بنت سیدہ کی نہایت صاف صریح الفاظ مین شہادت
ہی۔ کما مر۔ آپ نے صدہا کتابون کا ذکر کر دیا مگر ثبوت ایک
بھی ندیا۔ کیا یہ ابلہ فریبی نہین ہی۔ اور جبکہ انکا بارہ سالہ۔ یا
نو سالہ۔ یا گیارہ سالہ ہونا ثابت نہین ہی تو لا محالہ وہی صغرسنی
کا عذر بیجا ہی جسمین کوئی کلام نہین۔ پھر بنت ابی بکر کا ذکر کرنا
اور اس بہانہ سے آفتاب سے مشہور واقعہ پر خاک ڈالنا

اہل عقل و دانش سے بہت بعید ہی- اس فقرہ (انہا صبیۃ) سے کچھ بھی ثابت نہین ہوتا- اور ماں باپ پندرہ بیس سال تک بچا ہی کہتے ہین- آپ اپنے دعوے کیلیے ثبوت لائیے ورنہ قابل سماعت نہین- رہا حدیث کا غلط ٹھہرنا وہ اس صورت کے علاوہ بنت ابی بکر کے تسلیم کرنیکے وقت بھی بعینہ باقی ہی- اسلیے کہ "فرج غصبناہ" کا صاف و صریح ہونا اور پر عیاں ہوچکا ہی- اور آپ نے سطلق خطبہ ہی سے انکار کردیا- پس ائمہ وغیرہ مجتہدین سب کاذب ٹھہرے جو اسکا اقرار کرتے تھے-

قولہ روایات اہل سنت مین بھی یقینی طور سے مذکور ہی- کہ ام کلثوم زوجۂ عمر اور اُنکے بیٹے زید نے بروز واحد عہد معاویہ مین انتقال کیا- جنکی میراث اور نماز جنازہ مین تکرار ہوئی حالانکہ باتفاق فریقین ثابت ہی کہ جناب ام کلثوم معرکۂ کربلا مین شریک تھین تو پھر کیونکر ممکن ہی کہ جو ام کلثوم بعہد معاویہ مر چکی ہو وہ معرکۂ کربلا مین زندہ ہو"

اس جگہ آپ کی پہلی تلبیس قابل داد ہی- کہ شکہ آپ اپنی تواریخ و کتب حدیث مثل تہذیب وغیرہ دیکھئے جسمین یہ بات صاف طور سے موجود ہی کہ ام کلثوم بنت سیدہ اور اُنکا بیٹا زید بن عمر بن الخطاب دونوں ایک ہی وقت مین فوت ہوے اور ان کی میراث آپس مین نہین بٹی- کما تقدم- پس آپکا یہ کہنا کہ اہل سنت کی روایت سے یہ ثابت ہی- محض دھوکھ دہی نہین تو اور کیا ہی- رہا ام کلثوم کا معرکۂ کربلا مین موجود ہونا یہ آپنے محض مجرد دعوے پر اکتفا کیا ہی اور وہ قابل سماع نہین- ہان آپنے جو تاریخ وفات ام کلثوم بتلائی ہی اُسکو بھی ثابت کرنا آپ کے ذمے ہی- آپ نے اس جگہ فقط ام کلثوم لکھا حالانکہ تنازع بنت سیدہ مین ہی- لہذا لازم ہی کہ اپنے ان دعاوی کی دلائل مع تصحیح نقل کرکے آیت مذکورہ سے بچین- نیز- جناب من- آپ ان دونوں مضمونوں مین تطابق بھی دے سکتے ہین ہی کہ اصل بحث حدیث کافی بابت نکاح ام کلثوم بنت سیدہ با حضرت عمر فاروق ہی جو روز روشن کی طرح صاف صریحاً مثبت مدعا ہی- اور آپ اُنکی وفات کو پیٹ رہے ہین ہم فرض کیے لیتے ہین کہ انکی وفات کے متعلق اگر کہین کچھ لکھا ہی تو غلط ہی- مگر حدیث کافی و تہذیب کا کیا جواب ہی؟ جو صاف اس بات کا اعلان کر رہی ہین کہ ام کلثوم کا عمر سے نکاح ہوگیا- آپ پہلے نکاح کو تو مانیے- پھر یہ دریافت کرنا کہ یہ وفات جو لکھی ہی یعنی عہد معاویہ مین کس طرح صحیح ہوسکتی ہے اسلیے کہ حضرت عمر تو معاویہ کے عہد کے بعد تھے نہ قبل مقام حیرت ہی کہ جس مدعا کے متعلق گفتگو ہو رہی ہی اسکے لیے اجنبی مقدمات جنکو اصل مدعا سے کوئی علاقہ نہین ثابت کیے جاتے ہین اور بیفائدہ لوگون کو لمبی کتاب بناکر بہول کھلایا جاتا ہی-

قولہ اصلیت اسکی یہ ہی کہ جناب فخر الحکماء مدظلہ نے

(زادہ) کنز مکتوم اور دفع الوثوق مین نہایت تحقیق سے ثابت کیا ہی
کہ عمر کی تین زوجہ کا نام ام کلثوم تھا۔ جسمین سے ایک
مادر زید بن عمر تھی اور عمر نے ام کلثوم بنت ابی بکر سے عقد کا
قصد کیا اور اُدھر سے انکار ہوا۔ انھین وجہون سے علمائے
اہل سنت کو بسبب اشتراک نام مغالطہ ہوا اور ان سب واقعات
کو حضرت ام کلثوم بنت سیدہ سے منسوب کر دیا۔ حالانکہ
نہ حضرت ام کلثوم کیلیے کبھی عمر نے کہا تھا اور نہ کبھی عقد ہوا
کیونکہ دونون بہنون کا عقد تو عبد اللہ بن جعفر طیار اور
محمد بن جعفر طیار سے پہلے ہی ہو چکا تھا جسپر تمامی اہل سنت
کا اتفاق ہے"

سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ شیعہ حضرات اس قدر
وقاحت سے کام لیتے ہین جسکا ذکر نہین ہو سکتا۔ ہمیشہ
کذب بیانی اور تلبیس کو اپنا شعار سمجھتے ہین اور اسی کے
کاربند ہین۔ ملا فخر الحکما نے اس جگہ جو تقریر کی ہی الف سے
یے تک ایک حرف بھی صحیح نہین۔ اور تا بقیام ساعت
جمیع اعوانِ مذہب ابن سبا اسکو ثابت نہین کر سکتے۔ مگر
زبان سے بڑبڑانا اور جو چاہے بکدینا بہت آسان ہے
ہم ان کے ایک ایک جملے کی خبر لیتے ہین۔ اور یہ تبلاتے ہین

کہ یہ جرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہایت صحیح ہی۔ "لا تبطلون الباطل کا بطالکم الحق" فی الحقیقت کبھی شیعون کو تحقیق کی بو بھی نہین پہنچی اور نہ وہ تحقیق کو سمجھ سکتے ہین۔ محض عقول الاطفال و حلوم ربات الحجال کے مصداق ہین۔

(اولاً) اُنکا یہ قول کہ حضرت عمر کی تین زوجہ کا نام ام کلثوم تھا۔ گوزشتر ہے۔ اور اسکو دلیل سے کچھ بھی تعلق نہین ورنہ اُن کو ثابت کرنا چاہیے تھا۔

(ثانیاً) ہم کہتے ہین کہ حضرت عمر کی تین بیبیون کا ام کلثوم کے نام سے ہونا ہماری دلیل ہی نہ کہ تمھاری۔ اسلیے کہ اگر یہ ثابت ہو تو بنت سیدہ بھی اسمین داخل ہونگی۔ اور اگر داخل نہون تو بھی عدم ثبوت پر دلیل کیا ہی۔ باوجودیکہ ثبوت نکاح موجود ہی

(ثالثاً) ام کلثوم جسکا لڑکا زید ہی ملا صاحب نے اُس کا اقرار کیا ہی وہ زوجہ عمرؓ تھی۔ اور تہذیب سے ثابت ہو چکا ہی کہ وہی بنت سیدہ تھی۔ پس ام کلثوم منکوحہ حضرت عمر بنت سیدہ ہین۔ اور اسکے سوا کوئی زید کی والدہ نہین ہین۔ ورنہ ثابت کیا جائے۔

(رابعاً) ام کلثوم بنت ابی بکر کے ذکر سے کیا فائدہ ہی؟ اسلیے کہ نہ یہ اُن تین ازواج مین داخل ہین۔ نہ حدیث کافی سے اُنکو کچھ تعلق ہی

(خامساً) جبکہ بقول ملا صاحب حضرت عمر کی تین ازواج کا نام ام کلثوم تھا۔ پھر اُنمین بنت سیدہ کا ہونا زید بن عمر

لہ ہمنے اس مضمون کے لکھنے کے بعد کنز مکتوم کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مضمون بالکل اُسیکا ملخص ہی۔ ہم کسی دوسرے مضمون مین اُسکی قلعی بھی کھولین گے انشاء اللہ تعالی۔

سے ثابت ہوتا ہی اسلیے کہ تہذیب مین صاف لکھا ہی کہ وہ ام کلثوم بنت سیدہ کے لڑکے ہین۔ پس علمای اہل سنت کو کیون مغالطہ ہوگا۔ بلکہ یہان شیعہ کے لیے چند مغالطے ہون گے۔ ایک یہ کہ جملہ ائمہ شیعہ معصوم نہ رہین گے۔ اسلیے کہ غصب ام کلثوم کے قائل تھے۔ اور یہ بنت ابی بکر نہین ہوسکتین۔ اسلیے کہ اُس سے نکاح ہی نہین ہوا باتفاق فریقین (۲) کافی و تہذیب موضوع و خرافات ٹھہرنگی۔ اسلیے کہ اُن مین یہ ثابت کیا گیا ہی کہ حضرت عمر نے بنت سیدہ سے نکاح کیا اور بچہ ہوا (۳) مجتہدین شیعہ کاذب ٹھہرین گے۔ جو قرناً بعد قرنٍ اسکا اقرار کرتے آئے ہین اور اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ (۴) فقہاے شیعہ جنھون نے اس سے مسئلہ نکالا ہی۔ مہمل ٹھہرینگے اور مغالطہ مین پھنسے ہوے۔ (۵) یہ ثابت ہوگا کہ حضرت علی حضرت ابوبکر سے بہت ہی میل جول رکھتے تھے بلکہ انکے وکیل اور ولی تھے ورنہ اُنسے منگنی کرنے کی کیا وجہ ہی۔ الی غیر ذلک۔ (۶) کسی اہل سنت نے ایسے واقعات مین ایک کو دوسرے کی طرف نسبت نہین دی۔ اور یہ ثابت نہین ہوسکتا کہ تینون ام کلثوم زوجۂ جناب عُمر تھین۔ جسپر یہ تفریع ہی۔ (۷) اگر مان لیا جائے کہ تین بیبیان حضرت فاروق اعظم کی بنام ام کلثوم تھین اور اہل سنت نے بنت سیدہ کی طرف سب کو منسوب کیا تو لازم آئیگا کہ تمامی ائمہ شیعہ و مجتہدین نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔ کیونکہ وہ بھی اس بات کے معترف ہیں۔ (۸) ام کلثوم کی بابت حضرت فاروق کا منگنی اور عقد کرنا خاص کافی اور تہذیب وغیرہ کتب شیعہ سے ثابت ہی۔ پھر انکا انکار محض جہالت نہین تو اور کیا ہی۔ (۹) ام کلثوم کا محمد بن جعفر طیار سے اولاً عقد ہونا کسی ایک جگہہ ثابت نہین۔ چہ جائیکہ فریقین متفق ہون بلکہ فریقین اس بات پر متفق ہین کہ بعد حضرت عمر کے محمد بن جعفر طیار سے نسبت ہوئی۔ چنانچہ مجالس المومنین مین بالتصریح موجود ہی۔ اور معارف ابن قتیبہ صفحہ ۔۔ پر ہے۔ "واما ام کلثوم الکبری وہی بنت فاطمۃ فکانت عند عمر بن الخطاب وولدت لہ ولدا قد ذکرناہم فلما قُتل عمر تزوجہا محمد بن جعفر بن ابی طالب فمات عنہا ثم تزوجہا عون بن جعفر بن ابیطالب فماتت عندہ" یعنی ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا حضرت عمر فاروق کے نکاح مین تھین اور دو اولاد اُنسے ہوئین۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوے تب محمد بن جعفر طیار سے انکی نسبت ہوئی۔ اور وہ بھی مرگئے تب اُنکے بھائی عون بن جعفر نے اُنسے نکاح کیا۔ اور انکے پاس فوت ہوئین۔

یہ شہادتین صاف و صریح ہین کہ محمد بن جعفر طیار سے جو نکاح حضرت ام کلثوم کا ہوا تھا۔ وہ بعد عمر فاروق تھا نہ قبل۔ پس یہ کہدینا کہ انکا نکاح حضرت عمر سے کیونکر ہوسکتا ہی۔ شیعہ حضرات کی چالبازی اور پُرانی پالیسی ہے نیز دلیل سے کوسون دور۔ (۱۰) یہ کہنا کہ محمد بن جعفر طیار

سے پہلے نکاح ہو چکا تھا جسپر تمامی اہل سنت کا اتفاق ہی

سراسر غلط اور محض افترا ہی۔ امام مستور کے آنے تک یعنے ابد الآباد شیعہ اسے ثابت نہین کر سکتے۔ اس جھوٹھ کا کچھ ٹھکانا ہی؟ کہ ایک سنی بھی اسکا قائل نہین اور وہاں اتفاق کہا جاتا ہی۔ سچ ہی۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت (جب تو بیحیا بن جائے تو جو کچھ تیرا جی چاہے وہ کر) افسوس۔ یہ لوگ برائے نام ٹوٹا پھوٹا بھی ثبوت نہین رکھتے۔ اور اس طرح صاف تلبیس کرتے ہین۔ اور لطف یہ ہی کہ اتفاق نقل کرتے شرم نہین کرتے۔ اول اہل تشیع سے اتفاق نقل کرتے پھر اہل سنت سے۔ گھر کی تو خبر نہین۔ مگر باہر حکم لگا دینا بہت آسان ہے۔ وتلک عشرۃ کاملۃ۔

قولہ۔ "تو اچھی طرح سے معلوم ہوا کہ اس مین اور سائر روایات اہل سنت مین ام کلثوم بنت ابی بکر ہی مراد ہین۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہو چکا کہ عمر نے ام کلثوم بنت ابی بکر سے عقد کرنا چاہا اور عائشہ نے قبول کیا۔ خود ام کلثوم کے انکار سے یہ اضطرار پیدا ہوا کہ عمرو بن عاص مختار بنایا گیا۔ جسکی اہمیت نمایان ہی۔"

اس تقریر کو حدیث کا فی سے اور اہل بیت سے کچھ تعلق ہی نہین۔ اور غصب منا کا لفظ صریح غصب پر دلالت کر رہا ہی۔ پھر اسکو بنت ابی بکر پر منطبق کرنا۔ ایک چھوڑ دو دو فتنوں مین گرنا ہی۔ ایک یہ کہ اہل بیت کی تکذیب کرنا۔ اور کتب شیعہ معتمدین کو غیر مہذب سمجھنا۔ دوم خاندان ابو بکر

سے اہل بیت کا بڑا خلوص اور میل جول ماننا۔ ورنہ اس معاملہ سے انکو کیا کام تھا اور (غصب) اور (منا) ایسے الفاظ کیون لاتے نیز حضرت علی سے منگنی کی بابت کیون کہا جاتا اسکا جواب شیعہ صاحبان یہ دیتے ہین۔

"اور چونکہ زوجۂ ابی بکر زوجیت جناب امیر مین تھی۔ جس سے محمد بن ابی بکر آپکے ساتھ تھے۔ لہذا حضرت کو بھی کسی طرح مداخلت کرنی پڑی۔ جس سے اور بھی قصہ نے طول پکڑا ہو گا"

یہ احتمال اسقدر بے معنی ہے کہ اسکا قائل خود اس کو لفظ شک سے تعبیر کر رہا ہی۔ اور پہلی خطا اسمین یہ ہی کہ زوجۂ ابو بکر کونسی حضرت علی کی زوجیت مین تھین ام کلثوم کی والدہ یا اور کوئی۔ اور ام کلثوم کسکے پاس تھین شیعہ صاحب نے اپنی پرانی عادت کے مطابق نہ اسکی کوئی تحقیق کی نہ ثبوت دعوے بیان کیا۔ مگر ہم تحقیق کیے دیتے ہین۔

ام کلثوم کی والدہ کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید الانصاری ہی۔ اور یہ حضرت علی کی زوجیت مین نہ تھین۔ بلکہ حضرت علی کی زوجیت مین اسماء بنت عمیس ہین۔ جنسے محمد بن ابی بکر پیدا ہوے۔ پس حضرت علی کو ام کلثوم سے کیا واسطہ۔ اور ام کلثوم حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھین۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ زوجۂ حضرت ابو بکر جو ام کلثوم کی والدہ ہین وہ حضرت علی کے نکاح مین تو تھین بلکہ دوسری

زوجہ عقیل۔ پس یہ کہنا باطل ہوگیا کہ (چونکہ زوجہ ابی بکر انکی زوجیت مین تھی۔ اسلیے دخل دینے کی ضرورت پڑی) دوسرے یہ کہ حضرت علی اگر دخیل تھے تو ولی تھوڑی تھے۔ جو انکی طرف خطبہ کیا گیا۔ اور حدیث کافی مین صاف موجود ہی لما خطب الیہ تیسرے یہ کہ حضرت علی کو صاف مقابلہ کی کیا ضرورت تھی جس سے معاملہ اسقدر طول پکڑ گیا۔ اسلیے کہ جب انکو کسی طرح کا حقیقی دخل نہ تھا۔ پھر بیفائدہ اپنے نفس پر مصیبت لانا اور اپنے شیعون کو تکلیف مین پھنسانا کیون اختیار کیا۔ چوتھے اول فروج کہنے والے کیونکر سچے ہون گے؟ اسلیے کہ بنت ابی بکر کا نکاح غصب باتفاق فریقین ثابت نہین ہی۔

قولہ "پھر حضرت عباس پر عمرؓ نے دھمکی دی ہوگی جس سے حضرت عباس کو اس طرح گفتگو کرنا پڑی۔ کیونکہ عمر صاحب کا مزاج سب کو معلوم ہی۔ اور حضرت عباس کی بزرگی بھی سب جانتے ہین۔ لہذا انھون نے اس طرح اس قصہ کو رفع دفع کرنا چاہا"

یہ عذر بھی مطابق عذر گناہ بدتر از گناہ ہی۔ اولاً جبکہ حضرت علی کو بنت ابی بکر سے واسطہ ہی نہ تھا تو اس صورت مین حضرت عباس سے کہنا کہلوانا ہیچ ہی۔ دوم انکی سفارش محض لغو ہوگی۔ اسلیے کہ جب ایک شخص کے ہاتھ مین معاملہ نہین۔ اُسکے پاس سفارش بیجانا فضول نہین تو اور کیا ہی اور ایسی بے‌تکی سفارش کیونکر خیال مین آسکتی ہی۔ سوم جبکہ حضرت علی خود وکیل وولی نہ تھے۔ تو حضرت عباس کو وکیل کیون بنایا اور انکو کام کیون سپرد کیا۔ جو (فجعلہ الیہ) سے معلوم ہوتا ہی۔

افسوس شیعہ حضرات کوئی بات سمجھ بوجھکر نہین کہتے بلکہ ادھر اُدھر سے نقل کر دیتے ہین۔ اور اصل بحث سے خارج ہوکر طرح طرح کی طوطی بیانیان گاتے رہتے ہین جس سے اصل مقصود کا خون ہوجاتا ہی۔ ناظرین اکتا جاتے ہین اور عقلا جہل سمجھکر چھوڑ دیتے ہین۔

ہان۔ حضرت عباس کی بزرگی کا ذکر عجیب و غریب ہے۔ حالانکہ حضرات شیعہ حضرت عباس کو (معاذاللہ) ولدالزنا سمجھتے ہین۔ نیز انکی کتب معتبرہ مین زین العابدین سے مروی ہی کہ آیت ومن کان فی ہذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ حضرت عباس اور انکے بیٹے عبداللہ بن عباس کی بابت نازل ہوئی ہے۔ متفق علیہ اکثر شیعہ کے نزدیک یہی ہی کہ وہ پورے مسلمان و مومن نہ تھے۔ پھر سب کے نزدیک اُنکی فضیلت کیونکر مسلم ہوسکتی ہے؟ ولدالزنا کہدینا آپ کو یاد نہین کہ کون کہتا ہی۔

اللہ اکبر ان حضرات کو اسقدر گندہ دہانی کرتے شرم نہین آتی۔ رسول اللہ کے گھرانے والے مسلمانون کو اس طرح کے قبیح الفاظ سے یاد کرتے ہین جسکا کوئی معمولی آدمی بھی متحمل نہین ہوسکتا۔ پھر بھی مسلمان اور محب اہلبیت بنتے ہین بی بی فاطمہ کو اہل بیت سے خارج سمجھتے ہین۔

الحاصل نکاح جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ام کلثوم بنت حضرت علی ابن ابیطالب- از فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ثابت ہوگیا- اور جو کچھ جدید خیالات بعض شیعہ مجتہدین نے نکالے تھے وہ باطل وہباءً منثورا ہوگئے۔

چونکہ شیعہ حضرات اصل بحث سے ہر وقت گریز کیا کرتے ہین- جیسا کہ ہم جابجا اسی مضمون مین ثابت کرچکے ہین - لہذا اگر کوئی شیعہ ٹھکانے کا جواب دے تو قابل نظر ہوگا- والا ہیچ سمجھا جائیگا- اصل بحث سے علاوہ گفتگو کرنا لغو اور لچر ہے- واللہ الموفق-

راقم

ابو عبداللہ محمد السورتی لطف اللہ بہ

ازمدیر النجم عافاہ ربہ الکریم

فاضل مضمون نگار کی تحریر کے بعد اگرچہ کچھ لکھنے کی حاجت نہ تھی- مگر بطور تلخیص کے عرض کیا جاتا ہی-

عقد ام کلثوم کی بحث مین تین امور قابل تحقیق ہین

اول- اس نکاح کے ثابت ہوجانے کا نتیجہ کیا ہی- دوم یہ نکاح ثابت ہی یا نہین؟ اس ضمن مین پھر دو مباحث ہین -

(الف) یہ نکاح فریقین کی کتب سے ثابت ہی؟ یا صرف کسی ایک فریق کی کتب سے (ب) فریقین کا عقیدہ اس نکاح کے متعلق کیا ہی- سوم یہ نکاح کس طرح ہوا-؟

امر اول کے متعلق تحقیق یہ ہی کہ اس نکاح کے دو نتیجے ہین- ایک نتیجہ وہ جو اُسی زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا- یعنی یہ کہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت مرتضی کے درمیان مین روابط اتحاد کا ترقی پانا جو ایسی قرابتون کے لیے لازم ہے- دوسرا نتیجہ وہ ہی جو ہر زمانہ مین حاصل ہے- اور یہی دوسرا نتیجہ اس نکاح کے واقع کرانے سے حق تعالے کو مقصود تھا- یہ نتیجہ منجملہ اُن حجج الٰہیہ کے ہی جو اپنے بندون پر قائم فرماتا رہتا ہے- وہ نتیجہ یہ ہی کہ حق تعالی کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ آئندہ زمانہ مین کچھ بدبخت ایسے ہونگے جو کلمہ اسلام کے مدعی ہون گے اور رکن اسلام یعنی حضرت فاروق اعظم جیسے برگزیدہ امام پر نفاق و ارتداد کی تہمت لگائین گے- اس نکاح نے انکا منہ بند کردیا- اب کچھ چارہ نہین- یا تو حضرت مرتضی کو بھی مرتد و منافق کہین- یا اُس امام برحق پر نفاق و ارتداد کی تہمت سے فارغخطی لکھدین-

بعض لوگون کا یہ خیال کہ حضرت فاروق اعظم کی کچھ فضیلت اس نکاح سے ثابت ہوتی ہی اُنکی کوتہ اندیشی پر مبنی ہی- حضرت فاروق اعظم کی کچھ فضیلت اس نکاح مین نہین - اگر فضیلت ہی تو ام کلثوم کی کہ انکو ایسے امام برحق کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا- حضرت فاروق اعظم کی

فضیلت کے لیے خدا اور سول کا کلام نہیں ہے۔

اب رہا یہ امر کہ حضرت فاروق نے اس نکاح کی درخواست کے وقت فرمایا تھا کہ مین حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مصاہرت کا شرف حاصل کرنے کے لیے اس نکاح کا خواہشمند ہون۔ یہ محض اُن کی تواضع تھی کہ اپنی ذات اقدس کو فضائل سے معرا سمجھتے تھے اور ایسی ایسی جزئیات کو اپنے لیے باعث شرف سمجھتے تھے

رہ این است سعدی کہ مردان راہ
بعزت نہ کردند بر خود نگاہ
ازین بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

امر دوم۔ ضمن الف کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نکاح فریقین کی کتب سے ثابت ہے۔ کتب شیعہ سے تو جیسا فاضل مضمون نگار نے ثابت کیا۔ اور کتب اہل سنت سے جیسا کہ مولانا حیدر علی صاحب رحمہ اللہ و مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے اپنی کتب مین ثابت فرمایا۔

امر دوم ضمن ب کی تحقیق یہ ہے کہ اہلسنت مین تو اس نکاح کی کوئی ایسی اہمیت ہے نہ اسکی بابت کوئی اختلاف۔ مگر شیعون کے مذہب مین اس نکاح کی بڑی اہمیت ہے۔ ان کے مذہب کا گھروندہ اس سے بگڑا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان مین بڑا اختلاف ہے۔ کوئی قائل ہے کوئی منکر۔ منکرین نے ہر وقت مین اُس وقت کے مناسب حیلے نکالے ہین۔ کسی نے ام کلثوم بنت ابی بکر کا نام لیکر اشتباہ پیدا کرنا چاہا اور کسی نے جنیہ کے دامن مین پناہ لی۔ مگر علمائے اہل حق نے ان سب خرافات کا ابطال کر دیا ہے۔ چنانچہ النجم کی کسی گذشتہ جلد مین (جسمین نواب صاحب رامپور کے بھتیجے سے گفتگو کا ذکر کیا گیا ہے) یہ بحث مبسوط مذکور ہے۔

امر سوم کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نکاح برضا و رغبت ہوا۔ اور جو شیعہ اس نکاح کو مانکر حضرت علی کا مجبور و مکرہ ہونا بیان کرتے ہین (جیسا کہ کافی کی روایت مین غصب فرج کے شنیع لفظ سے اس جبر و اکراہ کو بیان کیا ہے) وہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کما لا یخفی۔ فقط

قطعہ تاریخ وفات محمد الٰہی خان خلف برکت الٰہی خان ساکن پھوبگام

دن اتوار ذی الحجہ کی پچیسوین تھی | یہ بچہ ہوا انسلد کو جبکہ راہی
دسمبر کی تاریخ بھی سترہ تھی | سن اُنیس سو اور گیارہ مسیحی
سب اطوار عمدہ سب عادات اچھے | تھا سال آٹھوان باتین سب پیاری پیاری
ہے ذات خدا البتہ ہیگی جو باقی | جو فانی ہے بیشک ہے گم ہونیوالی

جو گم ہو گیا گم۔ تو تاریخ نکلی
خدا کو تھا پیارا محمد الٰہی
۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تنقیدِ کتابِ استبصار

(موسوم بہ)

کشف الاستار

واضح رہے کہ مذہب شیعہ مین حدیث کی یہ چار کتابین صحت و اعتبار کے اعلے درجہ مین رکھی گئی ہین کافی[۱] - تہذیب[۲] - استبصار[۳] - من لایحضرہ الفقیہ[۴] - انہین چارون کتابون کو وہ لوگ اصول اربعہ کہتے ہین - کتاب کافی تصنیف ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ سنہ سہ صد و بست و نہم ہجری کی ہے - اور کتاب تہذیب و استبصار دونون تصنیف ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی متوفی سنہ ۴۶۰ چار صد و شصت ہجری کی ہے - اور کتاب من لایحضرہ الفقیہ تصنیف ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسی ابن بابویہ قمی ملقب بہ صدوق متوفی سنہ ۳۸۱ سہ صد و سی و یکم ہجری کی ہے -

یہی چار کتابین ہین جنپر مذہب شیعہ کی بنیاد ہی- اِن چارون کتابون کی حالت ظاہر ہو جانے کے بعد میدان صاف ہے- اور اِس گھروندہ کا خیالی وجود بھی مٹا ہوا ہے-

اگرچہ مناظرہ کے حصص گزشتہ مین ان چارون کتابون کی حالت کما ینبغی علی الوجہ الکلی بیان ہو چکی ہی جس کا خلاصہ محض بطور نمونہ کے نقشہ گذشتہ مین دیا گیا ہی- لیکن اِس وقت بعونہ تعالی ارادہ کیا گیا ہی کہ اِن چارون کتابون کی حالت علی الوجہ الجزئی و التفصیلی بیان کر دیجائے- تاکہ ایک اندھا بھی بالبداہت محسوس کرے کہ اِس فرقہ کا ہاتھ جس طرح قرآن سے خالی ہی اسی طرح دامن اہلِ بیت سے بھی بے نصیب ہی اور جس چیز کا نام ان لوگون نے احادیث اہل بیت رکھا ہی وہ کذب و دروغ بہتان و افترا کا ایک مجموعہ ہے اور بس-

اِن چارون کتابون مین کتاب استبصار کی وجہ تقدیم مین بیان کر چکا ہون- اسکی تکمیل کے بعد انشاء اللہ تعالے باقی اصول اربعہ کی طرف توجہ کیجائے گی اور سبادا اگر وقت نے مساعدت نہ کی یا عمر مستعار نے وفا نہ کی تو انشاء اللہ تعالے جس قدر ہو جائیگا اسی قدر کافی و وافی ہوگا- اسی خیال سے مین نے اس تنقید مین صرف استبصار پر قناعت نہین کی- بلکہ بقیہ اصول اربعہ کی طرف بھی ضمناً اشارہ کا التزام رکھا ہے- واللہ الموفق والمعین-

یہ بھی اِس سلسلۂ تنقید مین ایک بہت بڑی بات ہی کہ شیعون کے اصول اربعہ مع ترجمہ اردو جو لفظی ہونیکے ساتھ مستند و بامحاورہ بھی ہوگا شائع ہو جائینگی- شیعون کو اپنی کتابون کے چھپانے مین بجد کوشش رہی اور ہی- جب منشی نولکشور نے انکی کتابون کے طبع کا ارادہ کیا تھا تو اُسوقت مجتہدین شیعہ پر جو کچھ حالت گذری وہ دیکھنے والے جانتے ہین-

منشی نولکشور نے یہ اور ستم کیا کہ مجتہدین سے ان کے طبع کی اجازت مانگی اور اپنے خارجی اثرات سے ان کو متاثر کیا- بیچارے کیا کرتے- اجازت دینی پڑی- سنگ آمد و سخت آمد-

مگر پھر بھی کوئی مجتہد اس بات پر راضی نہ ہوا کہ ان خرافات کا ترجمہ اردو مین شائع کر کے عام پبلک کو اپنے مذہب پر رائے زنی کا موقع دیتا- بحمد اللہ آج وہ کام النجم کے ذریعہ سے ہو رہا ہے- جس شیعہ مجتہد کا حوصلہ ہو وہ ہمارے ترجمہ پر اعتراض کرے-

اصل کتاب استبصار حاشیہ پر ہی اور اسکا ترجمہ حوض مین ہی اور ترجمہ کے درمیان درمیان مین تنقیدی عبارت بامتیاز لکھی گئی ہے-

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله ولي الحمد ومستحقه والصلوة على خيرته من خلقه محمد وآله الطاهرين من عترته وسلم تسليما **اما بعد**

فاني رأيت جماعة من اصحابنا لما نظروا في كتابنا الكبير الموسوم بتهذيب الاحكام ورأوا ما جمعنا فيه من الاخبار المتعلقة بالحلال والحرام ووجدوها مشتملة على اكثر ما يتعلق بالفقه من ابواب الاحكام وانه لم يشذ عنه في جميع ابوابه وكتبه مما ورد في احاديث اصحابنا وكتبهم واصولهم ومصنفاتهم الا نادر قليل وشاذ يسير وانه يصلح ان يكون كتابا مذخورا يلجأ اليه المبتدي في تفقهه والمنتهي في تذكره والمتوسط في تبحره فان كلا منهم ينال مطلبه ويبلغ بغيته تشوقت نفوسهم الى ان يكون ما يتعلق بالاحاديث المختلفة مفردا على طريق الاختصار يفزع اليها المتوسط في الفقه لمعرفته والمنتهي لتذكره اذ كان هذان الفريقان آيسين بما يتعلق بالوفاق وربما لم يمكنهما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف واسطے اللہ کے جو مالک و مستحق تعریف کا ہے اور درود اوپر اُسکے برگزیدہ مخلوقوں یعنی محمد اور اُن کی آل طاہرین کے جو عترت سے ہین اور اُن پر سلام بھیجے (اللہ تعالیٰ)

اما بعد واضح ہو کہ مین نے اپنے اصحاب (امامیہ) کی ایک جماعت کو دیکھا کہ جب انھون نے میری بڑی کتاب موسوم بہ تہذیب الاحکام کو ملاحظہ کیا اور انھون نے وہ روایتین دیکھین جو مین نے اُس کتاب مین حلال وحرام کے متعلق جمع کی ہین اور انھون نے اُس کتاب کو اکثر متعلقات فقہ یعنی ابواب احکام پر شامل پایا اور یہ کہ ہمارے اصحاب (امامیہ) کی حدیثون اور اُن کی کتابون اور اُن کے اصول اور ان کے مصنفات مین جس قدر روایتین وارد ہوئی ہین اُن مین شاذ و نادر کوئی روایت شاید اُس بڑی کتاب کے تمام بابون اور کتابون مین درج ہونے سے رہ گئی ہو اور یہ کہ وہ کتاب اس قابل ہے کہ وہ ایک عمدہ کتاب سمجھی جائے جسکی طرف مبتدی اپنے فقیہ بننے مین اور منتہی اپنی یاد کے تازہ کرنے مین اور متوسط اپنے تبحر کے پیدا کرنے مین محتاج ہے یہ سب لوگ اپنا مطلب اُس سے پاتے ہین اور اپنی مراد اُس سے حاصل کرتے ہین (المختصر اُس بڑی کتاب کے دیکھنے سے) ان کے نفوس اس بات کی طرف مشتاق ہوئے کہ جو مضامین احادیث مختلفہ کے متعلق ہین وہ علیحدہ بطور اختصار کے جمع کیے جائین جن کی طرف فقیہ متوسط اپنی معرفت حاصل کرنے کے لیے اور منتہی اپنی یاد تازہ کرنے کے لیے التجا کرین کیونکہ یہ دونون فریق ان احادیث مختلفہ مین تطبیق پیدا ہونے سے مایوس ہین اور اکثر تو جہد کی تنگی وقت

ضیق الوقت فی تصفح الکتب و تتبع الآثار فیشر فاعلی ما اختلف من الروایات فیکون الانتفاع بکتاب یشتمل علی اکثر ما ورد من احادیث اصحابنا المختلفۃ اکثرہ علی ہذین الصنفین و لکان المبتدی لا یخلو ایضاً من النفع و راوا ان ما یجری ہذا المجری ینبغی ان یکون العنایۃ بہ تامۃ و الاشتغال بہ وافر الما فیہ من عظیم النفع و جمیل الذکر اذ لم یسبق الی ہذا المعنی احد من الشیوخ من اصحابنا المصنفین فی الاخبار و الفقہ فی الحلال و الحرام و سألونی بتجرید ذلک و صرف العنایۃ الی جمعہ و تلخیصہ و ان ابتدی فی کل باب بایراد ما اعتمدہ من الفتوی و الاحادیث فیہ ثم اعقب بما یخالفہا من الاخبار و ابین وجہ الجمع بینہا علی وجہ لا اسقط شیئاً منہا ما امکن ذلک فیہ و اجری فی ذلک علی عادتی فی کتابی الکبیر المذکور و ان اشیر فی اول الکتاب الی جملۃ ما یرجح بہ الاحادیث

ان کو کتابون کے دیکھنے کا اور حدیثون کے تتبع کا موقع نہین ملتا کہ ان کو ان روایات مختلفہ پر اطلاع[۱] حاصل ہو پس ایسی کوئی کتاب (اگر تیار ہو گئی) جو ہمارے اصحاب کی اکثر مختلف حدیثون پر شامل ہو تو اُس کا نفع اِن دونون قسمون (یعنے مبتدی و منتہی) پر موقف ہو گا اگرچہ مبتدی بھی اِسکے نفع سے خالی نہ ہو گا۔ اور انھون نے یہ بھی مناسب سمجھا کہ اِس قسم کی کتاب پر پوری توجہ اور پوری محنت ہونی چاہیے کیونکہ اس مین بہت بڑا نفع اور نیکنامی ہے اس لیے کہ ہمارے شیوخ اصحاب جو حدیث و فقہ یعنے حلال و حرام مین صاحبِ تصانیف ہین کسی نے بھی ایسی کتاب اس سے پہلے نہین لکھی۔ اور انھون نے مجھ سے یہ بھی درخواست کی کہ مین صرف احادیث مختلفہ کو لکھون اور انھین کے جمع و تلخیص پر توجہ کرون اور یہ کہ ہر باب مین پہلے مین وہ فتوے اور وہ حدیثین لکھون جنپر مجھے اعتماد ہے اس کے بعد اس کی مخالف حدیثین لکھون اور ان مین جس طریقہ سے تطبیق ممکن ہے وہ بیان کر دون اس طرز سے کہ کسی حدیث کو حتی الامکان ساقط (الاعتبار) نہ بناؤن اور مین اس کتاب مین بھی وہی ڈھنگ رکھون جو میری بڑی کتاب مذکور کا ہے اور یہ کہ شروع کتاب مین کچھ وہ اصول بیان کر دون جن کی مدد سے حدیثون کو ترجیح دیجاتی ہے

[۱] اطلاع حاصل نہ ہونے کی مضرت یہ ہوتی ہے کہ جانکا جب احادیث مختلفہ کی بابت کوئی انسے پوچھ بیٹھتا ہے تو گھبرا کر اُٹھتے ہین اور خاصکر خلاف مذہب کے سامنے توانکو سخت شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے ۱۲

مضمون نگاری کے قواعد

النجم کو بھی مضمون نگارون کی بہت ضرورت ہی مگر النجم کی مضمون نگاری کے لیے حسب ذیل قواعد کی پابندی ضروری ہی بوجہ ان قواعد کی پابندی نہونے کے جن صاحب کا مضمون درج نہو وہ براہ کرم معاف فرمائین اور عدم اندراج کی جوابدہی مین بھی دفتر کا عزیز وقت نہ ضایع ہونا چاہیے نہ مضمون کی واپسی کا۔ صرف دفتر کے ذمہ رہنا چاہیے۔

وہ قواعد یہ ہین

(۱) مضمون علمی یا مذہبی ہو۔ اور مضمون نگار اُس مبحث مین کافی واقفیت و مہارت رکھتا ہو۔

(۲) جو مضامین فرقِ مخالفہ کے رد مین ہون اُنمین تحقیق والزام دونون چیزون سے کام لیا گیا ہو اور الزام مین مخالف کے مذہب پر پوری اطلاع کا ثبوت ملے۔ تہذیب و متانت کا پورا لحاظ ہو گالیون کا جواب بھی دعا و ثنا کے ساتھ ہو۔ اور مضمون نگار اسکا بھی ملتزم ہو کہ مخالف کے جواب الجواب کا سلسلہ جب تک چلے اپنا قلم نہ روکے۔

(۳) عبارت مین گنجلک اور طول بالکل نہو صاف سلیس اُردو ہو۔ عربی فارسی کی عبارتین اگر منقول ہون تو اُن کا ترجمہ بھی حاشیہ پر ہو۔

(۴) خط صاف ہو کہ پڑھنے والے کو کسی مقام پر اشتباہ نہ پیدا ہو۔

(۵) مضمون النجم کے موجودہ پیمانہ پر آٹھ صفحہ سے زائد نہو کبھی کبھی کسی اشد ضروری مضمون کو سولہ صفحہ تک دیے جا سکتے ہین۔

(۶) مضمون نگار صاحبان دفتر ہذا سے کسی صلہ و معاوضہ کے آرزومند نہ ہون۔ ان اجرهم الا علی اللہ۔

(۷) جن صاحب کا مضمون پسند آجائیگا اور وہ ہر ماہ مین ایک مضمون دینے کا وعدہ کرینگے تو انکے نام النجم ہدیۃً جاری کر دیا جائیگا اور انعامی کتابین جو خریداران النجم کے لیے تجویز ہوا کرینگی انکو بھی ملتی رہینگی۔

(۸) جو مضمون حسن و افادہ کی اُس حد مین آجائیگا جس کا اعلان پشت صفحہ ہذا پر ہے اسکے لکھنے والے کو ہر فروخت کی قیمت کا خمس بذریعہ منی آڈر (نہ بہ نیت معاوضہ) بھیجدیا جایا کریگا۔

(۹) اگر کسی صاحب کی نظر سے مخالف کا کوئی مضمون جو اسلام پر حملہ آور ہو گذرے اور وہ قابلیت یا فرصت نہ رکھتے ہون تو اس مضمون کو بعینہ یا اگر انگریزی زبان مین ہو تو مع ترجمہ کے دفتر ہذا مین بھیجدین۔

(۱۰) ہر مضمون زائد از زائد ایک ماہ کے اندر ہی اندر اُسکی ضرورت کو ملحوظ رکھکر شائع ہو جایا کریگا۔

(۱۱) اگر کوئی عائق قوی پیش آجائیگا تو مضمون نگار کو اطلاع دیجائیگی۔

التماس ضروری

جسوقت سے النجم موجودہ پیمانہ پر آیا ہی تمام مضامین کی عمدگی کا لحاظ پہلے سے بہت زیادہ کیا گیا ہی اور اُسکے لیے غیر معمولی اہتمام ہوا ہی - لہذا جن ناظرین کو خدا نے کچھ مقدرت دی ہو اور وہ اپنے بھائیون کو علمی و مذہبی فوائد پہونچانا چاہین اُنکی خدمت مین گذارش ہی کہ جب کوئی مضمون النجم کا حسن و خوبی کی اس حد تک پہونچ جائے کہ عام طور پر لوگون کو اُس سے باخبر بنانا مفید سمجھا جائے تو آپ حضرات اس مضمون کی علحدہ کاپیان بصورت رسالہ کے دفتر النجم سے خرید کر مواقع ضرورت مین مفت تقسیم کر دین ایسے مضامین کی بابت اکثر و بیشتر خود ہی دفتر النجم سے ناظرین کی خدمت مین سفارش کر دی جایا کریگی ایسے مضامین کے رسالے (بہ نیت مذکور خریدنے والون کو) فی روپیہ ۶۴ جز کے حساب سے دیے جایا کرینگے کم از کم عہ کے اور زیادہ سے زیادہ جس قدر مطلوب ہون خرید کیجیے اور اپنے بھائیون مین تقسیم کر دیجیے مگر جب ایسا ارادہ کسی مضمون کی نسبت ہو تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اندر جس قدر رسائل مطلوب ہون انکی قیمت بذریعہ منی آڈر بھیجکر دفتر سے طلب کر لینا چاہیے-

الملتمس

منیجر دفتر النجم - لکھنؤ پاٹا نالہ

نمبر ۵	صفر سنہ ۱۳۳۰	فہرست مضامین	۱۱ فروری سنہ ۱۹۱۲ء	جلد ۴

نمبر شمار	عنوان مضمون	مضمون نگار	از صفحہ تا صفحہ
(۱)	معروضات خاص	مدیر النجم	۱—۱
(۲)	زہد وقائق	″	۲—۴
(۳)	حسب روایات شیعہ ناجی کون فرقہ ہے	″	۵—۸
(۴)	مرزا غلام احمد قادیانی اور انکے پیرو	″	۹—۱۱
(۵)	مدینہ منورہ کا خط	″	۱۲—۰
(۶)	جنگ طرابلس کیلیے دعاے قنوت	″	۱۳—۱۲
(۷)	اصلاح و شیعہ	″	۱۷—۲۰
(۸)	مین کیون سنی ہو گیا	احمد حسین صاحب	۲۱—۲۴
(۹)	فہرست وصولی وو ابیتی ویلو	مدیر النجم	۲۵—۰
(۱۰)	مناظرہ حصہ ہفتم	″	۰—۰

مطبع عمدۃ المطابع واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

التماس ضروری

جسوقت سے النجم موجودہ پیمانہ پر آیا ہی تمام مضامین کی عمدگی
کا لحاظ پہلے سے بہت زیادہ کیا گیا ہی اور اُسکے لیے غیر معمولی اہتمام ہوا ہی۔ لہذا
جن ناظرین کو خدا نے کچھ مقدرت دی ہو اور وہ اپنے بھائیون کو علمی و مذہبی فوائد پہونچانا
چاہین اُنکی خدمت مین گذارش ہی کہ جب کوئی مضمون النجم کا حسن و خوبی کی اس حد تک
پہونچ جائے کہ عام طور پر لوگون کو اُس سے باخبر بنانا مفید سمجھا جائے تو آپ حضرات اس مضمون کی علیحدہ
کاپیان بصورت رسالہ کے دفتر النجم سے خریدکر مواقع ضرورت مین مفت تقسیم کردین ایسے مضامین کی بابت
اکثر و بیشتر خود ہی دفتر النجم سے ناظرین کی خدمت مین سفارش کردی جایا کریگی ایسے مضامین کے
رسالے (بہ نیت مذکور خریدنے والون کو) فی روپیہ ۶۴ جز کے حساب سے دیے جایا کرینگے
کم از کم عہ کے اور زیادہ سے زیادہ جس قدر مطلوب ہون خرید کیجیے اور اپنے بھائیون مین
تقسیم کردیجیے مگر جب ایسا ارادہ کسی مضمون کی نسبت ہو تو تاریخ اشاعت سے
دو ہفتہ کے اندر اندر جس قدر رسائل مطلوب ہون انکی قیمت
بذریعہ منی آڈر بھیجکر دفتر سے طلب کرلینا چاہیے۔

الملتمس

منیجر دفتر النجم۔ لکھنؤ پاٹانالہ